بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذرہ و آفتاب

کرامات رضوی

مترجم: نجف علی سعادتی

تصحیح: ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

[ذرہ وآفتاب۔اردو]
ذرہ وآفتاب: کرامات رضوی/مترجم نجف علی سعادتی؛ تصحیح حیدر رضا ضابط.
مشہد: بنیاد پژوہشہای اسلامی، ۱۳۹۳ ۱۵۴ ص.
فیپا ISBN; 978-964-971-937-5
۱۔علی بن موسی (ع)، امام ہشتم، ۱۵۳؟ ۔ ۲۰۳ق
کرامات ہا۔الف۔سعادتی، نجف علی، مترجم۔ ب۔ضابط، حیدر رضا، ۱۹۵۸۔م، مصحح
ج۔بنیاد پژوہشہای اسلامی۔ BP ۴۷/۳۵/ذ۴۰۴۶۱۳۹۳ ۲۹۷/۹۵۷
کتاب خانہ ملی جمہوری اسلامی ایران ۳۷۵۵۶۴۶

ذرہ وآفتاب کرامات رضوی

ترجمہ نجف علی سعادتی

تصحیح ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

طبع تمین: ۲۰۱۵،۱۴۳۶ق ۱۳۹۴ش تعداد ۱۰۰۰ قیمت ۵۴۰۰۰ ریال
طباعت وجلد سازی: مؤسسہ چاپ وانتشارات آستان قدس رضوی
بنیاد پژوہشہای اسلامی (اسلامی تحقیقاتی مرکز) مشہد مقدس: پوسٹ بکس نمبر ۳۶۶۔۹۱۷۳۵
بنیاد پژوہشہای اسلامی (اسلامی تحقیقاتی مرکز) شعبۂ فروش، ٹیلیفون وفیکس نمبر: ۳۲۲۳۰۸۰۳
بنیاد پژوہشہای اسلامی (اسلامی تحقیقاتی مرکز) کی کتب کے مختلف مراکز فروش،
مشہد مقدس فون نمبر ۳۲۲۳۳۹۲۳ قم فون نمبر ۳۷۷۳۳۰۲۹
www.islamic-rf.ir info@islamic-rf.ir

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

فہرست

مقدمہ ۷

راوی: حجّت الاسلام قرائتی ۱۶

راوی: حضرت آیت اللہ بہجت رحمہ اللہ علیہ ۱۹

راوی: آیت اللہ خزعلی ۲۱

راوی: آقای دولابی ۲۵

راوی: آقای احسان ۲۹

راوی: آقای سید حسن مجتہد زادہ ۳۲

راوی: آقای سروی ہا ۳۵

راوی: آقای تقاء ۳۸

راوی: حجۃالاسلام سید جعفر طباطبائی ۴۰

راوی: مرحوم آیت اللہ درافشان ۴۲

راوی: آقای سید محمد حسینی.. ۴۵
راوی: حجت الاسلام قرائتی ۴۷
راوی: استاد سید محمد فقیہ.. ۴۹
راوی: آیت اللہ گلپایگانی کے فرزند ۵۱
راوی: آیت اللہ حائری تہرانی.. ۵۲
راوی: آیت اللہ باریک بین ۵۴
راوی: آیت اللہ حائری تہرانی ۵۷
راوی: آقای مجتہد شبستری ۵۹
راوی: آیت اللہ معصومی ۶۱
راوی: حجت الاسلام جواد محدثی.. ۶۳
راوی: آقای موحدی ساوجی ۶۵
راوی: حجت الاسلام رحیمیان.. ۶۷
راوی: جناب آقای میرزائیان.. ۶۸
راوی: آقای حکیم باشی ۷۱
راوی: حجت الاسلام قرائتی ۷۳
راوی: حجت الاسلام گلپایگانی ۷۹

راوی : سید علی طباطبائی ۸۳
راوی: آقای حیدری ۸۶
راوی : حجت الاسلام غلامی ۸۹
راوی: حجت الاسلام قربانیان ۹۱
راوی: حجت الاسلام قرائتی ۹۳
راوی: جناب آقای سید علی اکبر پرورش ۹۵
راوی: آقای سید کاظم اکرمی ۱۰۱
راوی : آیت اللہ فقیہ ایمانی ۱۰۵
راوی: آیت اللہ مروارید...................... ۱۰۹
راوی: کرنل (پاسدار) پائلیٹ غلام رضا قاسمی ۱۱۱
روای: آقای علی سعیدی......................۱۱۵
راوی : آیت اللہ وحید خراسانی...................... ۱۱۷
راوی: آیت اللہ معصومی...................... ۱۱۹
راوی: حجت الاسلام قرائتی ۱۲۱
راوی: حجت الاسلام غرویان......................۱۲۴
راوی : حجت الاسلام علم الہدی......................۱۲۷

راوی: خانم زہرہ کریمی ۱۲۹
راوی: آقای سید حسن ہاشمیان ۱۳۶
راوی: جناب سلمان رایکو ۱۴۱
راوی: حجت الاسلام صالحی ۱۴۴
راوی: حجت الاسلام شوشتری ۱۴۷
راوی: حجت الاسلام سید حیدر عبادی ۱۴۹
راوی: حجت الاسلام علم الہدی ۱۵۱
راوی: حجت الاسلام سرحدی زادہ ۱۵۳

مقدمہ

آیئے عالم خلقت کی ابتدا کا کل سے جز کی طرف ایک جائزہ لیں۔

پروردگار نے آسمانوں اور زمین کو اور ہر درمیانی چیز کو پیدا کیا اور تمام مخلوقات میں انسان سب سے برتر ہونے کے علاوہ اسماء الٰہی کی تجلی کے لئے سب سے لائق مخلوق ہے، پروردگار نے انسانوں کی ہدایت اور حصول کمال کے لئے کچھ منتخب انسانوں کے بذریعہ وحی ایک رابطہ قائم کیا ہے تاکہ تمام انسان اس کا تقرب حاصل کر سکیں۔

سلسلہ انبیاء کی آخری کڑی ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے الٰہی شریعت تکمیل پاگئی، پروردگار کا فرمان تھا: کہ شریعت کی تکمیل کے بعد، آئمہ علیہم السلام کے پر فیض اور باکمال ہاتھوں کے سپرد کردی جائے اور یہ بارہ معصومین علیہم السلام جو بشریت کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں، خلقت کے اس قافلے کو منزل مقصود تک ہدایت کریں، ایک طرف

سے وہ پروردگار کی فیوضات سے وابستہ ہیں دوسری جانب وہ عام انسانوں کی طرح عادی زندگی بسر کرتے ہیں، وہ انسان کامل اور خدا کے بندوں کے لئے نمونہ شمار ہوتے ہیں تا کہ انسانوں کو دنیوی منازل طے کرنے کے لئے بندگی اور زندگی کا طریقہ اور سلیقہ سکھائیں۔

دوسرے الفاظ میں، اسلام اللہ کا کامل دین، ان کے وجود میں سمویا گیا ہے اور وہ مجسم اسلام ہیں۔

پروردگار نے اپنی بے انتہا رحمت سے انہیں تمام عالم ہستی پر کامل ولایت عنایت کی ہے وہ مشیت و مرضی الہی کے مطابق کائنات میں تصرف کا حق رکھتے ہیں اور اس طرح ان ہستیوں کا مقام و مرتبہ، حضور اکرم ﷺ کے علاوہ دوسرے تمام انبیاء سے بالاتر شمار ہوتا ہے وہ نہ صرف شیعوں اور اپنے محبوں کے لئے بلکہ غیر شیعہ اور غیر مسلم یہاں تک کہ غیر انسانوں کے لئے بھی پناہ گاہ ہیں انکی عنایات و عطا بے شمار ہیں یہاں تک کہ انکے قاتل بھی ان بزرگواروں کی بے انتہا عنایات سے محروم نہ رہے۔[1]

اگرچہ انسانی معاشرہ نے انہیں حکومت کرنے کا موقعہ فراہم نہیں کیا، مگر

۱۔مثال کے طور پر حضرت امام رضا (ع) کا مامون پر یہ عنایت کہ اسکی پسندیدہ کنیزوں میں سے ایک کنیز کا صاحب اولاد ہونا۔

انہیں پروردگار کی جانب سے تمام مخلوقات پر ولایت عطا ہوئی، یہ اس معنی میں نہیں ہے کہ تمام اسباب و علل اور کائنات کا نظام معطل ہو جائے یا یہ کہ وہ تمام عقلی، معاشی، سماجی، فکری، ثقافتی اور دیگر نواقص کو ختم کر دیں، بلکہ ان کا اصلی کردار، انسانوں کی ہدایت، دلوں کو دنیا کی پستی کی قید کی زنجیروں سے رہائی، ہلاکتوں سے نجات اور سعادت کی طرف رہنمائی ہے۔

آئمہ علیہم السّلام کے وجود مبارک کے مختلف پہلو ہیں انہی میں سے ایک مقام ولایت ہے جو الٰہی ولایت کی ایک کڑی ہے لہٰذا انکی کرامات، عنایات، اور مشکل کشائی اور فریاد رسی، علم، حکمت اور تدبیر کی رو سے ہونگی۔

اس بحث سے جو سادہ نتیجہ ہاتھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہمیں اتنی ساری مشکلات سے دو چار ہوں اور جس قدر بھی متوسل ہوتا ہوں کوئی عنایت کیوں شامل حال نہیں ہوتی؟

ہم کہیں گے کہ عنایت و کرامت ایک غیر قابل انکار و نامحدود حقیقت ہے مگر ضروری نہیں ہے کہ ہماری زندگی کے تمام امور کرامت اور عنایت سے حل ہو جائیں۔

ہم سعی، تلاش، فکر، مشورت، حصول علم، عبادت وغیرہ پر مجبور ہیں، لیکن جب طبیعی اسباب ناکام ہوتے ہیں تو اس موقع پر، اہلبیت علیہم السّلام کی

خاص نظر عنایت ہمیں ناامیدی سے روکتی ہے۔

کیا یہ معقول ہے کہ ایک بے کار اور سست انسان ، اہلبیت علیہم السلام سے متوسّل ہونے کی وجہ سے ہر چیز حاصل کرلے لیکن دوسرا شخص اپنی معمولی ضروریات کے لئے بھی بے انتہاء کوشش کرے اور پسینہ پسینہ ہو جائے؟!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک سے لیکر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک خود اہلبیت علیہم السلام نے کس قدر سختیاں، مشکلات، بیماریاں، مصیبتیں ، جنگیں اور مشقتیں تحمّل کیں، انبیاء اور اولیاء الٰہی میں سے کون سا نبی یا ولی ایسا ہے جس نے بغیر کسی رنج و زحمت کے زندگی بسر کی ہے؟

ایک اور نکتہ جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اہلبیت علیہم السلام سے متوسّل ہونے والا ہم میں سے کوئی بھی شخص بغیر جواب کے خالی نہیں رہتا، جس طرح پروردگار کی بارگاہ میں ہماری کوئی بھی دعا بغیر استجابت کے نہیں رہتی۔[۲] لیکن جس طرح خداوند متعال، ہماری دعاؤں کو جس میں وہ ہمارے لئے مصلحت سمجھے اجابت فرماتا ہے؛ اسی طرح اہلبیت بھی، جہاں پر ہمارے لئے مصلحت سمجھیں ہمیں مورد عنایت قرار دیتے ہیں، یہ علم الٰہی کے خزانے، صاحبان ولایت اور فیض الٰہی پہنچانے والی ہستیاں ہیں اور ہماری بھلائی

۲۔ بقرہ، آیہ ۱۸۶ — غافر، آیہ ۶۰

کو ہم سے بہتر جانتے ہیں اس کے علاوہ وہ معصوم ہیں انکے افعال،
بالکل صحیح اور دوسروں کے لئے معیار اور کسوٹی ہیں،اس معنی میں کہ دوسروں کے اعمال، عقائداور گفتار کوانکے اعمال، عقائداور گفتار سے مطابقت دی جائے تاکہ اپنے اعمال، عقائداور گفتارکے صحیح یاغلط ہونے کے بارے میں واضح طورپر علم ہو جائے۔

اہلبیت علیہم السلام ہمارے ساتھ مہربان،رؤف، کریم،ہم سے آگاہ اور ہمارے لئے ایک مطمئن پناہگاہ ہیں،اسی لئے وہ ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ تندرستی ہمارے لئے بہتر ہے یا بیماری، فقراور تنگدستی بہتر ہے یا وسعت رزق، قید بہتر ہے یا رہائی اور۔۔۔ حتی کہ موت بہتر ہے یا زندگی،اور اگر کوئی سوال کرے کہ کیا وجہ ہے کبھی ایک غیر مسلم، بے دین، کافر، قاتل حتی کہ دشمن اہلبیت علیہم السلام بلکہ جانور بھی ان ہستیوں کی مورد عنایت قرار پاتے ہیں، مگر انکے دوست اور شیعہ بلکہ علماء بھی حسرت سے فریادرسی کے منتظر رہتے ہیں، یاایک طولانی مدت تک دعائیں مستجاب نہیں ہوتی؟

اس سوال کے جواب میں، صاحبان عصمت کی طرف رجوع اور غور کرنےکے ساتھ ہم کہیں گے:

اوّلاً: ایک شخص کی دعاکی فوری قبولیت اور کرامت کا مشاہدہ کرنا نہ اسکی

قابلیت اور شائستگی کی وجہ سے ہے، نہ دوسروں پر اسکی برتری کی دلیل ہے اور نہ ہی اسکے تمام اعتقادات، افکار اور اعمال کی تائید ہے۔

ثانیا: شاید یہ ہمارے حق میں بہتر نہ ہو، کہ ہر کام جس طرح اور جس وقت ہم چاہیں، ہماری پسند کے مطابق کرامت و عنایت واقع ہو جائے، یقینا عنایات ہمارے شامل حال ہوتی ہیں اگرچہ ہمیں نہیں علم ہوتا کہ کب اور کیسے شامل حال ہوئی۔

ثالثاً: امام علیہ السلام یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کی مرضی یا اختیار کے تابع نہیں (جسطرح قرآن کریم میں اشارہ ہوا ہے) پروردگار کے نمائندے کو اللہ کے حکم اور ارادے کے ماتحت ہونا چاہیے، نہ یہ کہ دوسروں کی خواہشات کے مطابق عمل کرے۔

رابعاً: حضرت امام رضا علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق کرامت اور عنایت «امور نفس الامریہ» کی مصداق ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ، ہر کام کی اسی کام کے مطابق مختلف پہلوؤں سے جائزہ لے کر انجام دیا جائے کسی بھی عنایت اور کرامت کا کسی دوسرے سے موازنہ نہ کیا جائے (مثال کے طور پر کہے: چونکہ فلاں کو شفا ملی ہے تو اس کو بھی شفا ملنی چاہئے یا۔۔۔)

ہماری ذمہ داری، کوشش، مشورت، تعقل، تدبیر، خدا پر توکل اور قرآن و

اہلبیت علیہم السلام سے تمسک کرنا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم یہ توقع رکھیں کہ اہلبیت علیہم السلام ہمارے حکم اور ارادے کے مطابق، جو کچھ ہم چاہیں فراہم کریں، بلکہ وہ جانتے ہیں کہ ہماری درخواست کو کس طرح اجابت کریں ، کچھ تقاضوں کا پورا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی عنایت علم ، حکمت، قضاو قدر اور رضای الٰہی کے مطابق ہے۔

سادہ الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے اگر یہ ہستیاں ہر ایک کو اسکی چاہت کے مطابق عنایت کرتے تو یہ الٰہی حکمتوں کی مخالفت اور اس امر کے بے حساب و کتاب ہونے کی دلیل بن جاتی۔

اہلبیت علیہم السلام کی عنایات و کرامات اگر صحیح طرح سمجھ لیں تو انکے محبوں اور پیروکاروں کے لئے امید ، حق کے طلبگاروں کے لئے معرفت و ہدایت اور شیعوں کے لئے بصیرت وآگاہی میں افزائش کا باعث ہونگی۔

فی زمانہ عنایات اور کرامات کے متعلق آثار اور کتابوں کی طرف لوگوں خاص طور پر جوانوں کا رجحان اور شوق زیادہ ہوا ہے اس لئے کہ کرامات اور عنایات ہر ایک کے لئے جس مقام اور منصب کے بھی حامل ہوں، قابل فہم اور درک ہیں اور یہ حقانیت کی نشانیاں ہو سکتی ہیں (جس طرح قرآن میں معجزات کو نبوت کی نشانیاں بتایا گیا ہے) اور مزید امید، اعتماد اور اطمینان

کے باعث ہونے کے ساتھ عوام الناس کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے کا بھی ایک عنصر ہے، جو پروردگار نے اپنے انبیاء اور اولیاء کے راستہ کو قرار دیا ہے۔

اب یہ مرحلہ در پیش ہے کہ ایک طرف تو معاشرے میں حقیقت کی تلاش اور تحقیق کا شوق پایا جاتا ہے اور دوسری طرف اس موضوع کے ضمن میں کچھ لوگ ہر مطلب کو جس طرح اور جس سطح کا بھی ہو معاشرے میں پھیلا کر عوام کے دین اور احساسات سے غلط فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں،

لہٰذا اہلبیت علیہم السلام کی کرامات جو کہ معتبر، مستند اور متقن ہیں عام لوگوں کے روبرو کیوں نہ بیان ہوں تاکہ ہر ایک اپنی حد تک ان سے فیض حاصل کر سکے؟!

اس نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اس کتاب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے سینکڑوں کرامات میں سے کچھ منتخب جو اسانید، صاحب نظر افراد، مبلغین امام علیہ السلام کے خدّام اور ہمارے اسلامی معاشرے کے موثّق شخصیات کی زبانی بیان ہوئے ہیں، ضبط تحریر میں لائی جارہی ہیں۔

کتاب کی تدوین کے سلسلے میں اس موضوع پر موجود دیگر آثار اور کتابوں میں پائے جانے والے نقائص کو بھی دور کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے

اسی طرح ان کرامات کے انتخاب میں،ماہرین اساتذہ کے ایک گروہ نے ،مختلف پہلوؤں سے بغور ملاحظہ فرمایا ہے۔

ان کرامات کی ریکارڈنگ معاونت تبلیغات و ارتباطات اسلامی آستان قدس رضوی کے ریسرچ اور پلاننگ ڈائرکٹریٹ میں انجام دی گئی ہے۔اور اس وقت، آستان قدس رضوی کے ثقافتی امور کے ادارے کی زیر نگرانی میں محفوظ ہے۔ تقریر کو تحریر میں بدلنے کے موقع پر کتابت کے تمام اصولوں کی رعایت کے ساتھ ساتھ یہ کوشش رہی ہے کہ کرامت جیسے بیان ہوئی ہے [بعینہٖ مخاطبین تک پہنچایا جائےاور] اس میں کسی بھی قسم کی کتربیونت یا تصرف نہ ہونے پائے۔

امید ہے کہ اس مشن میں حصہ لینے والوں کی محنت اور تلاش حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہاں مورد لطف و عنایت قرار پائے، علماء اور دانشور حضرات اس سے راضی ہوں اور مذہب تشیع کے مبلغین اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

راوی: حجّت الاسلام قرائتی

شہید بہشتی کے قریبی عزیز آیت اللہ حاج مصطفٰی بہشتی، اہلبیت علیہم السلام کے محبوں میں سے تھے اور ان ذوات مقدسہ سے حقیقی محبت، اور شرع کے احکام میں پابند رہنے کا اثر انکی اولاد میں نمایاں تھا انکے دو فرزند، انقلاب کی راہ میں شہید ہوئے، حتی کہ ان میں سے ایک بزرگوار، جو کہ نائب امام جمعہ تھے، ۲۱ رمضان المبارک کے دن شہادت پر فائز ہوئے۔

اہلبیت علیہم السلام کی پیروی کا یہ عالم تھا کہ ایک سال، جب آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ، کربلا کی جانب سفر کر رہے تھے تو عراق کے بارڈر پر عراقی پولیس نے پاسپورٹ کی تصویر سے مطابقت دینے کے لئے آپکی اہلیہ کو چہرہ سے مقنعہ اتارنے کو کہا تو آپ نے ان سے درخواست کی کہ کسی خاتون پولیس کو اس کام کے لئے بھیجا جائے، عراقی پولیس والا بضد ہوا اور کسی خاتون پولیس کو بھیجنے کے بجائے اپنی بات پر اصرار کرتا رہا۔

حاج مصطفیٰ بہشتی نے سوچا کہ ایک طرف تو عراقی مامور، ایک بے دین اور اوباش شخص ہے دوسری جانب زیارت ایک مستحبی اور قلبی امر ہے اور اہلبیت علیہم السلام اس قسم کے کام پر ہرگز راضی نہیں ہونگے۔ آپ اس گناہ اور بے غیرتی سے بچنے کی خاطر اسی مقام پر ایک زیارت پڑھ کر عراقی بارڈر سے واپس لوٹ آتے ہیں۔

ان کا یہ عمل اتنا اخلاص اور صداقت پر مبنی تھا کہ جب آپ کے ساتھی زیارت سے واپس آتے ہیں تو اپنے مشاہدات اور خیالات کے مطابق سب جمع ہو کر آپ کے گھر آئے اور کہا: ہم سب تیار ہیں کہ اپنی زیارت کا ثواب آپ کو اس زیارت کے بدلے جو آپ نے بارڈر پر پڑھی ہے اور سلام کیا ہے تبادلہ کر لیں۔

آپ جب آخری مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے واپس ہوئے تو بیمار ہوئے اور انتقال فرماگئے، آپ کے صاحبزادے کا کہنا ہے کہ اس رات صرف میں ہی والد بزرگوار کے سرہانے حاضر تھا، میں نے ان کی وفات کے موقع پر گھنٹہ اور منٹ کو لکھ لیا۔

ان کے تشییع جنازہ کے دوران ایک انقلابی مؤمن نے، میرے پاس آکر میرے والد کی وفات کا ٹھیک وہی ٹائم مجھے بتایا جو میں نے درج کیا تھا اور کہا:

میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میرا وہ خواب سچا تھا یا نہیں؟

مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ والد کی وفات کے ٹائم کے متعلق کہ وہ کس وقت فوت ہوئے ہیں میں نے کسی کو بتایا بھی نہیں تھا، جب میں نے ان سے پوچھا کہ آپکے اس خواب کا میرے والد کی وفات سے کیا تعلق ہے ؟ تو انہوں نے کہا: گذشتہ رات

میں خواب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا امام علیہ السلام حرم سے باہر تشریف لے جارہے تھے تو میں نے ان سے عرض کیا: مولا جان! آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آقا مصطفیٰ بہشتی کی عمر کے آخری لحات ہیں وہ علماء اور ہمارے مخلص زائرین میں سے کوئی بھی خلوص کے ساتھ ہماری زیارت کو آئے تو عمر کے آخری لحات میں ہم ان کی ملاقات کے لئے جاتے ہیں، میں اچانک بیدار ہوا اور گھڑی دیکھ کر میں نے اس ٹائم کو یادداشت کرلیا۔

راوی: حضرت آیت اللہ بہجت رحمہ اللہ علیہ

کسی نے عالم خواب میں مشاہدہ کیا کہ حضرت عیسی مسیح (ع) اور ان کی والدۂ گرامی حضرت مریم عذرا، حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے تشریف لا رہے ہیں ایک تخت رکھا گیا، یہ دونوں ہستیاں اس تخت پر بیٹھے، زیارت نامہ قرائت کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

اگلے دن وہی شخص حرم امام رضا علیہ السلام میں مشرف ہوا اور دیکھا کہ اچانک حرم میں خلوت ہوئی گنبد کی چھت شگافتہ ہوئی حضرت مسیح اور حضرت مریم آسمان کی طرف سے حرم میں داخل ہوئے انکے لئے ایک تخت رکھا گیا، یہ دونوں ہستیاں اس تخت پر بیٹھ گئے اور زیارت نامہ پڑھنا شروع کیا وہی زیارت نامہ جو عام لوگ پڑھا کرتے ہیں، زیارت کے بعد جس راستہ سے تشریف لائے تھے اسی سمت حرم سے باہر تشریف لے گئے اس کے بعد حرم دوبارہ لوگوں سے بھر گیا اور پہلے کی طرح شور ہونے لگا اور لوگ ضریح

کے ارد گرد جمع ہو گئے ،اس سے بالاتر اور کیا عنایت ہو سکتی ہے کہ ، خدا کہ اولوالعزم پیغمبر عیسی مسیح جو اپنے اعجاز سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے امام علیہ السلام کی زیارت کے لئے تشریف لاتے ہیں۔

آیت اللہ بہجت نے اگر چہ اس شخص کا نام نہیں بتایا جس نے عالم رؤیا میں اس واقعہ کو مشاہدہ کیا تھا مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس منظر کا مشاہدہ کرنے والے خود آپ تھے لیکن اس بات کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔

راوی: آیت اللہ خزعلی

تقریبا ۲۵ سال پہلے میں ہر جمعہ کو قم سے شہر رے آتا تھا جوانوں کے لئے ارشاد و ہدایت کی نشست ہوتی تھی ، مجھے بالکل یاد ہے کہ، بروز جمعہ ، ۲۱ ذی الحجہ کا دن تھا کہ جب میں تہران سے قم واپس آیا تو ایک جوان میرے پاس آیا اور کہنے لگا: آقا! میں چند دنوں سے آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کو ایک مطلب سے آگاہ کروں۔

میں نے کہا بتایئے: کہنے لگا: میں بڑے عرصے سے دل کا مریض تھا، دل کا وال ڈھیلا ہو گیا تھا ڈاکٹروں کے پاس کئی دفعہ معائنہ کے لئے گیا اور آخر کار ہسپتال میں داخل ہونے پر مجبور ہو گیا ڈاکٹروں نے چیک اپ کرنے کے بعد مجھ سے کہا کہ ہم تہران میں آپ کا آپریشن نہیں کر سکتے (اس وقت ایران میں دل کا آپریشن نہیں کیا جاتا تھا) آپ کو لندن جانا پڑے گا جبکہ آپ کا ابھی

صرف چار دن زندہ رہنے کا امکان ہے اپنے آپ کو اس بے فائدہ خرچ سے بچائیں۔

لیکن میرے پاس لندن جانے کا پیسہ کہاں تھا؟ اگر پیسہ ہوتا بھی تو ۴روز کوئی مہلت نہ تھی۔

ہسپتال کے بیڈ پر جیسے ہی یہ خبر مجھے دے دی، میں ناامید ہوا، میں نے کہا: آج کی رات مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دیں، لوگ چلے گئے میں نے حضرت امام زمانہ (عج) اور اٹھویں امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا: مولا!

مرنا تو ہر ایک کو ہے، جوان بھی مرتا ہے، مجھے اپنی موت سے کوئی ڈر نہیں، بلکہ مجھے اپنی اہل وعیال کے بارے میں خوف ہے، آپ جانتے ہیں کہ کمانے والا میں ہی ہوں اگر میں مر جاؤں تو میرے والد کو بھیک مانگنا پڑے گی، نہ معلوم دیگر افراد کی کیا حالت ہوگی؟ روتے روتے میں سو گیا۔

نیند کی حالت میں، میں نے دیکھا کہ تخت کے کنارے ایک کرسی رکھی ہوئی ہے اور ایک نورانی بزرگ اس پر بیٹھے ہیں، مجھ سے فرمایا: حرکت کرو! اٹھو! میں نے کہا: جناب! میں اٹھ نہیں سکتا۔ دوبارہ فرمایا: میں کہتا ہوں اٹھو!

میں نے کہا: ڈاکٹروں نے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ اٹھنا میرے لئے

نقصان دہ ہے۔

آقا نے فرمایا: تو پھر کس لئے متوسل ہوئے ہو؟ میں نے عرض کی: کیا آپ ولی عصر علیہ السلام ہیں؟

فرمایا: نہیں۔

میں حضرت کی آواز کو سن رہا تھا، مگر دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

پھر فرمایا: اٹھو اب آپ شفا پا چکے ہیں! میں نے اپنے آپ کو ایک مرتبہ حرکت دی، تو دیکھا، میری حالت ٹھیک ہے۔

میں اٹھا، دروازے پر آکر دستک دی نرسز دوڑتی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں: کیوں کھڑے ہو اور دروازہ پر دستک دے رہے ہو؟ میں نے کہا: میں ٹھیک ہو گیا ہوں اور گھر جانا چاہتا ہوں!

وہ سوچنے لگیں کہ میں وہمی ہو چکا ہوں انہوں نے کمرے میں آکر مجھے سونے پر مجبور کر دیا۔

اگلے دن ڈاکٹر آئے؛ چیک اپ کرنے کے بعد کہا: تمہارا دل سالم ہے یہ کیسے ممکن ہے؟

میں نے کہا: میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے متوسل ہوا تھا وہ آئے اور انہوں نے مجھے شفا دی ہے۔

چند ڈاکٹر آئے اور مختلف قسم کے لیبارٹری ٹیسٹ اور معائنہ کرنے کے بعد دیکھا کہ مجھ میں کسی بیماری کی کوئی علامت نہیں ہے۔

وہی ڈاکٹر جو مجھے بیڈ سے نیچے اترنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اب ہسپتال کی سیڑھیوں سے چند مرتبہ اوپر اور نیچے چلنے کو کہا۔

پھر مجھ سے پوچھا: اوپر اور نیچے جانے سے تھکے تو نہیں؟

میں نے کہا: نہیں۔

دوبارہ معائنہ کیا اور میرے شفا پانے پر مطمئن ہوگئے، میرے کپڑوں کو تبرک کے طور پر لے گئے اور آپس میں تقسیم کرلیا اور مجھے ہسپتال سے فارغ کردیا۔

راوی: آقای دولابی

ایک دن شہید مطہری مجھ سے ملاقات کے لئے آئے اور واقعہ سنایا کہ عاشورا کے ایام میں ہمارے گھر میں مجالس برپا ہوتی تھیں ہمارے پڑوس میں ایک گھرانہ ایسا تھا جو پردے کے پابند نہیں تھے۔

عزاداری حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی مجلس میں خواتین مکمل پردے کے ساتھ شرکت کرتی تھیں سوائے اس گھرانے کی خاتون جو باہر گلی کوچوں اور بازار میں تو حجاب کا خیال نہیں رکھتی تھی جب مجلس میں آتی تھی تو مجلس کے احترام میں ایک نازک چادر اوڑھ کر آتی تھی اگرچہ مجلس خواتین کے لئے مخصوص تھی کوئی مرد وہاں نہیں ہوتا تھا لیکن دوسری خواتین اس کی اسطرح چادر پہننے سے ناخوش تھیں۔

ایک دن، میری زوجہ نے مجھ سے کہا: میں اس خاتون سے کہوں گی کہ وہ مجلس میں نہ آئے، میں نے کہا: امام حسین علیہ السلام کی مجلس ہے، ہمیں یہ حق

نہیں پہنچتا ہے کہ انہیں مجلس میں آنے سے منع کریں۔

وہ خاتون دس دنوں تک پردے کی اسی حالت میں آتی رہی اور مجالس ختم ہو گئیں۔اس سال عید نوروز کے قریب عاشورہ تھا اور ساتھ ہی ملک کے شمال میں زیادہ بارشیں ہونے کی وجہ سے یہ فیملی عید نوروز کی چھٹیاں گزارنے کے لئے مشہد جانے کا فیصلہ کرتی ہے، مشہد جانے سے پہلے وہ خاتون بغیر حجاب کے خداحافظی کے لئے ہمارے گھر آتی ہے اور میری زوجہ سے کہتی ہے کہ، ہم مشہد جارہے ہیں، میری زوجہ کہتی ہے التماس دعا۔

وہ مشہد کی طرف روانہ ہوتے ہیں دو تین دن مشہد کی تفریح گاہوں کی سیر کرتے ہیں اور تہران کی طرف واپسی سے ایک دن پہلے وہ خاتون اپنے شوہر سے کہتی ہے : ہم حرم نہیں گئے واپس جائیں تو پڑوسی کہیں گے : زیارت قبول !اس وقت ہم کیا کہیں گے ؟کہ ہم حرم نہیں گئے ! یہ بلکل اچھا نہیں ہے، کم سے کم مسجد گوہر شاد چلیں اور دور سے امام علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کریں، فیصلہ کرتے ہیں کہ مسجد گوہر شاد تک جائیں۔

مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی حضرت امام رضاعلیہ السلام کو سلام کرتے ہیں لیکن حرم میں داخل ہوئے بغیر ایوان مقصورہ کا نظارہ کر کے واپس جاتے ہیں اور اگلے دن صبح سویرے واپسی کے لئے ٹکٹ لیتے ہیں۔

صبح صادق کے وقت یہ خاتون، عالم رؤیا میں دیکھتی ہے کہ سب لوگ گھروں سے باہر نکل کر انتظار کی حالت میں کھڑے ہیں، پوچھتی ہے کیا خبر ہے؟ کہتے ہیں: حضرت امام رضاعلیہ السلام قبلہ کی جانب سے تشریف لارہے ہیں۔

میں نے بھی آسمان کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ امام علیہ السلام آسمان سے حرم کی جانب تشریف لارہے ہیں اور ہر جگہ انکے نور سے منور ہے، امام علیہ السلام ایک کتاب کو اپنی بغل میں لئے ہوئے تھے جب میرے قریب پہنچے تو فرمایا: اگر دعاء'' یا من تحل بہ عقد المکارہ'' (مفاتیح الجنان، ص ۱۹۱) کو زبانی پڑھے تو اس کتاب کو بطور انعام تمہیں دے دوں گا، میں نے پوری دعا زبانی پڑھی اور کتاب بطور انعام لے لیا اور اسی حالت میں نیند سے جاگ گئی۔

مجھے رونا آیا میرے شوہر نیند سے جاگ گئے اور پوچھا: کیوں رورہی ہو؟

میں نے سارا ماجرا انہیں بتادیا۔

حرم نہ جانے کی وجہ سے ہم بہت شرمندہ ہوئے اب ہمارے پاس کوئی وقت باقی نہیں بچا تھا کہ حرم جاتے لہذا واپس تہران لوٹے

وہ خاتون تہران پہنچنے کے بعد ہمارے گھر[۳] فون کرکے پوچھتی ہے کہ

۳۔ یعنی شہید مطہری کے گھر

کیااس نام کی کوئی دعا ہے؟

میری زوجہ کہتی ہے: جی ہاں مفاتیح میں یہ دعا ہے۔

کہتی ہے کہ اگر آقای مطہری گھر میں ہیں تو میں ان سے حضوراًملاقات کرناچاہتی ہوں۔

بعد میں باقاعدہ پردے میں میرے پاس آئی، مطلب کو جیساکہ میں نے نقل کیاہے مکمل سنایا اور دعاء '' یامن تحل بہ عقدالمکارہ'' بھی اسے زبانی یاد تھی۔

وہ خاتون جسے قرآن اور دعاسے کوئی سروکار نہ تھا امام رضاعلیہ السلام کی خاص عنایت سے باپردہ بن گئی اور دعا بھی حفظ ہوئی۔

راوی: آقای احسان

(اہلبیت علیہم السلام کے معروف شاعر)

میں تجارت بینک میں بحیثیت مترجم (Translator) ملازم تھا اور ہر سال حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت کی رات ہر حالت میں، میں اپنے آپ کو تہران سے مشہد پہنچا دیتا تھا۔

ایک سال کسی دوسرے مترجم کے نہ ہونے کی وجہ سے مجھے چھٹی نہیں ملی اور تمام کوششیں بے فائدہ ثابت ہوئیں صرف ایک دن فرصت تھی کہ مشہد جاکر واپس آجاؤں یعنی دو گھنٹے مشہد میں رہوں۔

جہاز کا ٹکٹ بھی حاصل نہ کرسکا اسی طرح ٹرین یا بس کا ٹکٹ لیتا تو بھی بر وقت واپس پہنچنا میرے لئے ممکن نہ تھا، دل میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے مسلسل متوسل تھا یہ جانتے ہوئے کہ اس حالت میں مشہد جانا ممکن نہیں ہے ریلوے اسٹیشن جاکر وہیں کھڑا رہا میری نظروں میں ہر گزرنے والی

ٹرین مشہد کی طرف جاتی تھی اور میں دل سے ایک دکھ بھری آہ نکالتے ہوئے امام رضا علیہ السلام سے متوسل ہو کر ان سے التماس کرتا تھا۔

اچانک میرے ایک دوست میرے پاس آئے سلام اور احوال پرسی کے بعد پوچھا: یہاں کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا: مشہد جانا چاہتا ہوں۔

کہا: تو پھر ٹرین پر کیوں سوار نہیں ہوتے ہو؟ میں نے کہا: میرے پاس ٹکٹ نہیں ہے، اگر ٹکٹ لیتا بھی تو دو گھنٹوں کے بعد میں واپس نہیں آسکتا۔

میرے دوست، کچھ کہے بغیر میرے ہاتھوں کو پکڑ کر چلنے لگے۔ میں نے پوچھا: کہاں؟!

کہا: میں مشہد کی ٹرین کا انچارج ہوں، اس وقت مشہد چلیں گے، مشہد پہنچ کر دو گھنٹے ٹھہرنے کے بعد میں تمہیں واپس تہران لے آؤں گا اس لئے کہ میں ہمیشہ آتا جاتا رہتا ہوں اور میرا مخصوص کوپہ تمہارے اختیار میں ہے۔

ہم مشہد پہنچے، میں بغیر کسی وقفہ کے حرم مشرف ہوا، حرم میں رش تھا مردوں اور خواتین کا (انقلاب سے پہلے) ایک ساتھ ہونے کی وجہ سے میں اندر داخل نہیں ہو سکا، دور سے ادب کے ساتھ سلام اور زیارت کی۔

اچانک میں نے اپنے دل میں امام رضاعلیہ السلام سے کہا: مولا جان! یا علی بن موسی الرضاعلیہ السلام! آپ نے خود مجھے دعوت دی ہے، میں اتنی دور سے آیا ہوں میں مطمئن ہونا چاہتاہوں کہ میرا سلام اور زیارت آپ کے حضور قبول ہوئی ہے۔

اگرچہ صرف ضریح کا بوسہ لینا اور اسے مس کرنا زیارت نہیں ہے، لیکن میری زیارت کی قبولیت کی علامت یہ ہو کہ میں حرم کے اندر داخل ہو جاؤں اور ضریح کے پنجرے سے آپ کو سلام عرض کروں!

نہ معلوم کس طرح اچانک حرم کے خدام میرے آگے راستہ کھولتے گئےاور میں ان کے درمیان سے کسی نامحرم سے قریب ہوئے بغیر ضریح مطہر تک جا پہنچااور زیارت کرنے کے بعد مقررہ وقت پر تہران واپس لوٹا اور اس طرح کی ایک یادگار زیارت میرے نام پہ درج ہو گئی۔

راوی: آقای سید حسن مجتہد زادہ

(حضرت امام رضا علیہ السلام کے خادم)

ہم شہر قائن میں زندگی بسر کرتے تھے تقریبا سترہ سال کی عمر میں کسی استاد کے پاس کام کرتا تھا تو مجھے مشہد جانے کا بہت شوق ہوا، میں مشہد آیا اور ایک دکان میں کام کرنا شروع کیا میں ہر روز دکان بند کرنے کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا۔

ایک دن جب حرم میں نماز پڑھنے میں مشغول تھا تو ایک خادم نے مجھ سے برا برتاؤ کیا، میں بہت رنجیدہ ہوا اور روتے ہوئے امام علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! اس شخص نے مجھے باہر کر دیا میں سید اور آپ کی اولاد میں سے ہو ں، اب جب تک میں آپ کا خادم نہ بن جاؤں حرم میں نہیں آؤں گا یہ کہکر حرم سے نکلا۔

اگلے روز صبح ایک محترم شخص دکان پر آئے اور کہا: میں سید حسن مجتہد

زادہ سے ملنے آیا ہوں، میں نے اپنا تعارف کرایا انہیں کچھ چیزوں کی ضرورت تھی میں ان چیزوں کو تیار کر رہا تھا اتنے میں ایک اور شخص آیا اور مجھ سے سوال کیا: جناب ! کوئی شخص کس طرح حضرت امام رضا علیہ السلام کا خادم بن سکتا ہے؟ میں نے کہا: میرے عزیز ! مجھے یہ شرف حاصل نہیں، مجھے نہیں پتہ اور وہ چلا گیا۔

اس محترم شخص نے مجھ سے سوال کیا: جناب مجتہد زادہ ! کیا آپ واقعاامام علیہ السلام کے خادم بننا چاہتے ہیں؟ میں نے کہا: یہ میری سب سے بڑی آرزو ہے، ایک سفید کارڈ مجھے دیا اور کہا: آستان قدس رضوی میں فلاں شخص کے پاس لے جاؤ تاکہ تمہارا کام ہو جائے، کارڈ کو آستان قدس رضوی کے ملازمت آفس میں لیکر گیا، میری طرح پچاس اور بھی لوگ وہاں رجوع کر چکے تھے اس شخص کے آفس سیکریٹری نے کہا: اس طرح کے کارڈ بہت آتے ہیں اگر کام ہو بھی جائے تو چھ مہینے کا وقت درکار ہے۔

میں باہر نکلنا چاہتا تھا تو اس نے کہا: اپنا کارڈ دے دو کوئی نقصان نہیں ہے، میں نے کارڈ دے دیا انہوں نے مجھ سے کہا ایک درخواست لکھ دوں، میں نے درخواست لکھ کر دوسری دستاویزات (Documents) کے ساتھ جمع کر دیا، اسی وقت ایک ملٹری آفیسر نے آکر ایک دن کے لئے حرم میں خدمت

کرنے کی درخواست کی تو اس سے کہا گیا:

دفتر والوں کے لئے ملازموں کی تحقیق کرنے میں چھ مہینے لگتے ہیں پھر آپکے لئے حرم میں خدمت کرنے کا آرڈر آئے گا۔

اس نے کہا: میں خود اپنی درخواست لے جاتا ہوں اور اس کا حکم لے لوں گا

،انہوں نے کہا: آپ جو اپنی درخواست لے جارہے ہیں

تو اس سید کی درخواست بھی لے کر جائیں، آفیسر نے میری درخواست بھی لے لی۔

اسی دن سہ پہر کو مجھے فون کیا گیا اور میں جب حکم لینے گیا تو انہوں نے کہا: آپ بیس ہزار تومان کی کتابیں خرید لیں اور لائبریری کے لئے وقف کردیں تو آپکی درخواست پر دستخط کیا جائے گا، میں نے کہا: میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے اگر [حرم میں ملازمت کے لئے]آرڈر آیا ہے تو دے دیں نہیں تو خدا حافظ

۔

میں نکل رہا تھا تو متعلقہ آفیسر نے آواز دی اور میری ملازمت کی درخواست پر دستخط کرکے مجھے دے دیا، اس طرح میں ایک دن سے کم عرصے میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا خادم بن گیا۔

راوی: آقای سروی ہا

شاعر اہلبیت علیہم السلام

ہمارے جاننے والوں میں سے ایک جس کا نام میرزا اسماعیل تھا، کربلا جانے کا قصد رکھتے تھے ان سے کہا گیا کہ آپ کو خدا نے استطاعت دی ہے آپ کو حج پر جانا چاہیے، دینی امور میں کاربند رہنے اور اپنے پختہ مذہبی اعتقادات کی بناء پر وہ بھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جانے کے لئے بڑے بے تاب ہو گئے حج کے قافلے کی رجسٹریشن کی مدت ختم ہو چکی تھی اور حج کا قافلہ تہران سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونے والا تھا، وہ ہر جگہ جانے کے بعد ناامید ہو کر میرے پاس آ پہنچے، میں نے کہا: اس وقت آپ کی مشکل صرف سخی سلطان سریر ارتضاء، حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے ذریعہ ہی حل ہو سکتی ہے ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں، چلیں حرم چلتے ہیں۔

ہم حرم میں مشرف ہوئے، نماز جماعت اور زیارت کے بعد، میں نے مولا

سے عرض کیا : مولا! میں نے بہت ساری حاجتیں آپکے جود و کرم سے حاصل کی ہیں اور ہمیشہ آپکے وجود مقدس کا حاجت مند ہوں لیکن آج میری تمنا یہ ہے کہ ان کی مشکل حل ہو جائے، یہ خانہ خدا اور آپ کے جد رسول خداﷺ کے حرم کی زیارت کے لئے بڑے بے تاب ہیں، میں نے اپنے تمام وجود کے ساتھ یہ احساس کیا کہ ان کی مشکل حل ہو جائے گی اور یہی بات ان سے کہتے ہوئے سفر کی تیاری کرنے کو کہا۔

مزید یہ کہ ان کا دل چاہتا تھا کہ اپنے استاد کے ساتھ سفر کرے اسی لئے ان کے قافلہ کے سالار سے کئی بار رابطہ کیا تھا اگلے روز اسی قافلہ کی طرف سے فون آیا کہ ایک شخص کے لئے جگہ خالی ہے وقت ضائع کئے بغیر فارم پر کرنے کے لئے رابطہ کریں اور آج ہی روانہ ہونے کے لئے تہران پہنچ جائیں۔

انہوں نے حج کے لئے نام درج کرایا، لیکن ہر جگہ تلاش کے باوجود تہران جانے کے لئے [جہاز، ٹرین اور بس کا بھی] ٹکٹ نہیں ملا، تہران جانے کے لئے بھی اسی جیسا واقعہ پیش آیا بار بار رابطہ کرنے کے بعد بس کے ایک ڈرائیور نے فرنٹ سیٹ جو کہ اس نے اپنی زوجہ کے لئے خالی رکھا تھا انہیں دے دی۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ جب ہم خداحافظی کے لئے گئے تو ان کے استاد بھی

اسی بس کے مسافر تھے صرف اتنا سا فرق تھا کہ وہ چند سیٹوں کے پیچھے بیٹھ گئے

۔

اس طرح امام رضا علیہ السلام کے لطف و کرم کی وجہ سے وہ شخص کہ جس نے حج کے لئے فارم میں نام تک بھی اندراج نہیں کرایا تھا، اپنے استاد سے پہلے مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔

راوی: آقای تقاء

(صوبہ فارس کے سابقہ ڈائریکٹر تعلیمات)

ایک بار ہم حضرت امام رضاعلیہ السلام کی زیارت کے لئے تہران سے مشہد کی طرف ٹرین میں جارہے تھے، اچانک ایک عربی زبان میں کسی خاتون کی فریاد سن کر سب چونک گئےاور باہر نکلے، وہ ٹرین کے آگے کی سمت دوڑ رہی تھی تاکہ لوکو موٹیو چلانے والاٹرین کوروک دے، وہ آواز دے رہی تھی:

یا امام رضاعلیہ السلام! میرا بچہ، میرا بچہ ۔۔۔۔میں اپنے بچہ کو آپ سے لونگی!

ہمارے واگن میں جب پہنچی تو میں سمجھ گیااور بغیر کسی وقفہ کے ایمرجنسی بریک کی ہینڈل کو کھینچا تو ٹرین رک گئی، وہ خاتون دردناک آواز میں روتی ہوئی لوکوموٹیو چلانے والے تک پہنچ گئی اور کہا: کہ اسکا بچہ ٹرین کی کھڑکی سے باہر گرا ہے۔ لوکوموٹیو چلانے والے نے چند کیلو میٹر ٹرین پیچھے کی

طرف چلائی اور جب بچے کو دیکھا تو اس کو اٹھا کر ٹرین کے اندر لایا۔

چند منٹ کے بعد اس بچے کو ٹرین کے تمام ڈبوں کے روبرو لے جایا گیا اور سب نے دیکھا کہ وہ بچہ امام رضا علیہ السلام کی عنایت سے بالکل صحیح و سالم ہے جسے ایک معمولی چوٹ بھی نہیں لگی تھی۔

راوی: حجۃ الاسلام سید جعفر طباطبائی

ایک عیسائی خاتون رانیک اصلانیان نے حضرت آیت اللہ میلانی کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا اور اس کا نام فاطمہ رکھا گیا وہ اسلام قبول کرنے کی وجہ امام رضا علیہ السلام کی اس پر خصوصی عنایت بیان کرتی ہے: " میں شدید درد میں مبتلا ہو گئی اور کافی مدت تک تہران کے ہسپتال میں زیر علاج رہی، کوئی کام کرنے یا حرکت سے محروم ہو گئی۔ مجھے بتایا گیا کہ میری کمر کے تین مہرے بالکل سیاہ ہو چکے ہیں اور یہ لاعلاج مرض ہے۔ میرا حال بد سے بدتر ہو رہا تھا، ایک نرس جو میری بیماری سے مکمل طور پر واقف تھی اس نے مجھے شفا کے حصول کے لئے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا مشورہ دیا، میں نے کہا میں تو مسیحی ہوں اور وہ شیعوں کے امام ہیں، میں کیونکر انکی خدمت میں حاضری دوں جبکہ میری بیماری بھی لاعلاج قرار دی جا چکی ہے؟ وہ نرس بولی: وہ (امام رضا علیہ السلام) ہر درد و مرض کے طبیب ہیں، سب پر

مہربان اور انکے پاس اللہ کی عطا کردہ خاص برکات و عنایات ہیں اور وہ کسی سوالی کو ناامید نہیں کرتے۔

باالآخر میں نے اپنے عزیزوں سے کہا کہ مجھے کسی بھی طرح مشہد لے چلیں انہوں نے ریل کا کوپہ رزرو کیا اور مجھے ایک برتھ پر لٹادیا اور پھر مجھے ایک اسٹریچر پر لے جاکر حرم میں شفاوالے صحن میں جالی سے ڈوری سے دخیل کردیا۔

دوسرے دن خواب کی حالت میں دیکھا کہ ضریح مطہر سے ایک نورانی بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور میری کمر کے مہروں کیجانب اشارہ کیا۔ میں توحرکت کرنے کے قابل نہیں تھی مگر اچانک میں اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر کھڑی ہوئی اور چلنے لگی میرے اطراف کے تمام دوسرے زائر حیران ہوئے اور صدائے نالہ وفریاد بلند ہوئی لوگ ہجوم کی شکل میں مجھ پر ٹوٹ پڑے اور میرے لباس کے ٹکڑے بطور تبرک لینے لگے۔

میں تہران واپس ہوئی اور ہسپتال گئی۔ میرے تمام ٹیسٹ ہوئے ایکسرے کیئے گئے اور پھر واضح طور پر ڈاکٹروں نے اعلان کردیا کہ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ میں اہلبیت کی عظمت وولایت کی قائل ہو گئی اور شیعیت قبول کرلی۔

راوی: مرحوم آیت اللہ درافشان

میں ۱۳۲۰ [۴] سے پہلے والے سالوں کے دوران آیت اللہ "مجتہد سیستانی" کی طرف سے شرعی رقوم تقسیم کرنے کا مسؤل تھا اور ہر روز ۲۰ ہزار تومان سہم امام علیہ السلام کو ان کی طرف سے طلاب کے درمیان تقسیم کرتا تھا۔

ان کی رحلت کے بعد میری مالی حالت بہت خراب ہو گئی جبکہ لوگ سمجھتے تھے کہ میں مالی امور کا منتظم ہونے کی وجہ سے خوشحال ہونگا نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں مقروض ہوگیا۔ ایک دن جب میں نے قرض کے طور پر لئے ہوئے پیسوں کا حساب کیا تو ۴۵ تومان بنے جو اس دور میں بہت زیادہ تھے۔

میں انتہائی غمزدہ حالت میں استغاثہ کے لئے حضرت ثامن الحجج علیہ السلام کے حرم کی طرف نکلا، میں نے حرم میں آہ وزاری کے ساتھ حاجت طلب کرنا

۴۔ایرانی شمسی سال مراد ہے جبکہ عیسوی سال کے مطابق سن ۱۹۴۱ بنتا ہے۔

شروع کیا اور توسل کرنے میں مشغول ہوا، اتنے میں ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ ان کے لئے زیارت نامہ پڑھے، میں نے غصے میں کہا: میں زیارت پڑھنے والا نہیں ہوں، پھر میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ زیارت نامہ پڑھوں، ایک اور شخص نے آکر مصائب پڑھنے کے لئے کہا، میں نے غصے میں اسے بھی واپس کر دیا اور امام علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! مجھے قرضہ اتارنے کے لئے آپ سے ہی پیسے چاہیے، ان پیسوں سے میرا قرض نہیں اترتا، مجھے آپ کے لطف و کرم سے رقم چاہیے نہ زیارت نامہ اور مصائب پڑھ کر، میں صحن میں آیا تو اس شخص سے ملاقات ہوئی جس کے گھر مرحوم آیت اللہ مجتہد سیستانی کی سفارش کی وجہ سے چند سالوں سے میں مجلس پڑھا کرتا تھا اور میں پیسے بھی نہیں لیتا تھا، مجھے دیکھتے ہی انہوں نے ہاتھ جیب میں ڈال کر کچھ رقم نکالی اور کہا: خورشید کی والدہ (انکی اہلیہ) نے آپ کے لیے کچھ بھیجا ہے اور میں آپ کو ڈھونڈ رہا تھا میں نے انکار کرتے ہوئے کہا: ہدیہ کے لئے میں نے مجلس نہیں پڑھی ہے، اس نے مجھے امام رضا علیہ السلام کی قسم دی اور رقم میری جیب میں رکھ دی، بلا فاصلہ میں نے ایک اور شخص کو دیکھا کہ جس کے گھر چند طالب علموں کے ساتھ کبھی مہمان بنے تھے اور مجھ سے کہا تھا کہ کبھی انکے گھر مجلس پڑھوں،

انہوں نے بھی اسی طرح کچھ پیسے میری جیب میں رکھ دئے اور میں مدرسہ کی طرف نکلا، مدرسہ پہنچ کر حساب کیا تو پچاس تومان تھے، میں نے امام علیہ السلام سے ۴۵ طلب کئے تھے، لیکن امام علیہ السلام نے پانچ تومان زیادہ عنایت فرمائے، تاکہ میں اپنی دوسری ضروریات کو بھی پورا کرلوں۔

راوی: آقای سید محمد حسینی

(حضرت امام رضا علیہ السلام کے خادم)

مشہد کے علاقہ محمد آباد میں ایک کارخانہ تھا جس میں حیوانوں کو ذبح کر کے مشہد کے گوشت فروشوں کے لئے گوشت فراہم کیا جاتا تھا ایک دن کارخانے کا مالک ایک اونٹ خرید کر نحر کرنے کے لئے کارخانہ کی طرف لے جا رہے تھے تو نحر کرنے سے پہلے اچانک اونٹ رسی کھینچ کر حرم مطہر کی طرف بھاگا اور اسے روکنے کی تمام کوششیں ناکام رہی۔

میں اس دن حرم میں موجود تھا اچانک ایک اونٹ دیکھا جو صحن انقلاب (عتیق) کے مشرقی دروازے سے صحن میں داخل ہو کر سیدھا مغربی دروازے کی طرف گیا لیکن مغربی دروازہ تک پہنچنے سے پہلے واپس پلٹا، گنبد اور بارگاہ ثامن الحجج کی طرف ایک نظر کیا اور آرام سے فولادی ضریح کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر میں وہاں زائرین جمع ہوگئے اور حرم کے مسوئلین پہنچ گئے اتنے میں اونٹ کا مالک بھی پہنچا،ایک دلکش منظر تھا،اس حیوان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے۔ ایک اجنبی شخص آگے بڑھا اوراونٹ کی قیمت کواسکے مالک کو دینا چاہااونٹ کے مالک نے کہا: میں اس اونٹ کو مولاوآقاامام رضاعلیہ السلام کے لئے بخش دیتاہوں اور امید رکھتاہوں کہ،امام علیہ السلام مجھےاپنی خدمت کے لئے قبول کرینگے۔

حیوان کوآستان قدس رضوی کی چراگاہ میں لے جایاگیااور وہاں چرنے کے لئے آزاد چھوڑدیاگیا۔

راوی: حجت الاسلام قرائتی

سال ۱۳۵۲ شمسی،[۵] میں، زیارت کے لئے میں مشہد آیا جبکہ میں اس وقت تک غیر معروف شخص تھا، کوئی مجھے نہیں جانتا تھا، میرا ارادہ تھا کہ دس دن مشہد میں رہوں اور یہ خواہش تھی کہ ان دس دنوں میں کوئی خدمت انجام دیتا رہوں حرم میں مشرف ہوا زیارت کے بعد میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! میری خواہش ہے کہ میں یہ چند دن بے کار نہ رہوں جوانوں کی ہدایت اور وعظ و نصیحت کے لئے ایک قدم اٹھاؤں، لیکن اس شہر میں نہ میں کسی کو جانتا ہوں نہ کسی مجلس کے بارے میں مجھے علم ہے، میری رہنمائی فرمائیں تا کہ مقصد حاصل ہو جائے۔

امام علیہ السلام سے حال دل کہہ رہا تھا کہ ایک شخص نے مجھے قرائتی کے نام سے پکارا اور کہا: مشہد میں دینی اساتید کے لئے ایک سمینار منعقد ہو رہا ہے اگر

۵۔ بمطابق عیسوی سن 1973

مائل ہوں تو وہاں چلیں، میں آمادہ ہو گیااور جب گاڑی میں بیٹھاتو دیکھا کہ ایک اور شخص بھی وہاں پر موجود ہیں ، میں نے باہنر کانام تو سنا تھا لیکن انہیں نہیں جانتا تھا ،حال احوال پوچھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ وہی معروف باہنر ہیں انہوں نے بھی قرائتی کا نام سنا تھا لیکن پہچانتے نہیں تھے۔

اس سیمنار میں ہم ساتھ گئے، سیمنار میں پانچ منٹ جوانوں سے رابطہ قائم کرنے کے لئے گفتگو کی فرصت ملی، شہید بہشتی نے میری روش اور طریقہ کو پسند کیا ۔اس سیمنار میں جو کہ دینی اساتید کے لئے مخصوص تھاچند بزرگ شخصیات بھی موجود تھیں ان میں سے بعض جیسے: شہید مطہری، شہید بہشتی اور رہبر معظم انقلاب و۔۔۔

اسی سیمنار میں معرّفی کے بعد رہبر معظم انقلاب نے مجھ سے فرمایا: ہمارے گھر میں ہر رات جوانوں کے لئے ایک مجلس بر گزار ہوتی ہے آپ آئیں اور دس رات درس دیں، میں گیا میری شہرت ہو گئی اور میرے دروس اور مجالس پر رونق ہو گئیں یہ سب کچھ سوائے عنایت حضرت امام رضا علیہ السلام کے ممکن نہ تھا۔

جوانوں سے رابطے اور انکے لئے ہدایت اور وعظ و نصیحت کرنا امام رءوف حضرت رضا علیہ السلام کی طرف سے میرے لئے عطا کردہ ایک عنایت تھی۔

راوی: استاد سید محمد فقیہ

(مجلس خبرگان کے رکن)

ایک شخص نے اپنے گھر کے کاغذات بطور امانت میرے سپرد کر دیے اور میں نے بھی اس کی صحیح حفاظت کیلئے ایک محفوظ جگہ پر رکھ دیئے مگر طویل مدت گزرنے کی وجہ سے اس جگہ کو میں بالکل بھول چکا تھا۔

ایک دن وہ شخص آیا اور اپنی امانت مانگی، جتنا ڈھونڈھا کاغذات نہیں ملے، وہ کئی بار آئے اور چلے گئے، لیکن مجھے وہ اسناد نہ ملی، ایک طرف سے خوف تھا کہ کوئی لے گیا ہو اور دوسری طرف یہ ڈر تھا کہ کہ مجھ پر امانت میں خیانت کی تہمت نہ لگے۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی، میں مجبور ہو کر مشہد کی طرف نکلا، زیارت کے بعد امام علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! میری عزت بچایئے اور مجھے بے جا تہمت سے نجات دلایئے! میری کیفیت اضطراری تھی اور جتنا ہو سکتا تھا گریہ وزاری کرتا رہا۔

زیارت ، دعا اور التجا کرنے کے بعد اپنے شہر واپس لوٹا ۔ چند دن نہیں گزرے تھے کہ میں نے مطالعہ کے لئے ایک کتاب الماری سے اٹھائی اور جیسے ہی کتاب کو کھولا تو سند اس کتاب کے پہلے صفحے میں رکھی تھی مجھے بے حد خوشی ہوئی اور میں نے مشہد کی طرف رخ کرکے عرض کیا : السلام علیک یا علی بن موسی الرضا علیہ السلام ! بے شک آپ غم واندوہ کو اپنے زائرین کے دلوں سے دور کرتے ہیں جس کا اب مجھے عملی تجربہ ہوگیا ہے۔

راوی: آیت اللہ گلپایگانی کے فرزند

میرے دادا کا کوئی بیٹا نہ تھا اور ہمیشہ پروردگار سے اولاد نرینہ کے لئے دعا کرتے رہتے تھے، لیکن ان کی خواہش کے خلاف، ہر ولادت بیٹی کی ہوا کرتی تھی اور اس طرح پروردگار نے انہیں چار بیٹیاں عنایت کیں، میرے دادا اولاد نرینہ سے تقریبا ناامید ہوگئے تھے لہٰذا گلپایگان سے پیدل مشہد امام رضاعلیہ السلام کی زیارت سے مشرّف ہونے کی منّت مانی تاکہ امام رضاعلیہ السلام کے طفیل سے خدا انہیں ایک بیٹا عنایت کرے۔

اس نذر کے مطابق میرے دادا گلپایگان سے پیدل حضرت امام رضاعلیہ السلام کی زیارت کے لئے گئے۔

اور ایک مدت کے بعد میرے بابا سید محمد رضا کی ولادت ہوئی جو کہ بہت سی صلاحیتوں کے حامل تھے عنایت اور کسب علم کے بعد مرجعیت کے مقام پر فائز ہوئے،اس طرح میرے بابا کی پیدائش حضرت امام رضاعلیہ السلام کی طرف سے ایک خاص عنایت تھی۔

راوی: آیت اللہ حائری تہرانی

اوائل انقلاب میں ایک سال عید نوروز کے موقع پر کچھ اہم ملکی شخصیات، جن میں وزیر داخلہ آقای بشارتی، حجت الاسلام رے شہری اور اسی طرح بہت سارے دیگر بزرگ بھی تھے، ایک جہاز میں زیارت کے لئے مشہد روانہ ہوئے۔

ہم ہاشمی نژاد ایئر پورٹ مشہد پر اترنے والے تھے کہ حرم جاکر زیارت سے مشرف ہوں لیکن جہاز کے اترنے میں دیر ہوئی اور آہستہ آہستہ چہ مگوئیاں شروع ہوئیں، ایئر ہوسٹس کی طرف سے اطلاع دی گئی کہ جہاز کے ٹائر نہیں کھل رہے ہیں، کنٹرول ٹاور نے صورتحال اور خطرے کا احساس کرلیا تھا کہ اگر اس حالت میں جہاز اترا جائے تو آگ لگنے کا خدشہ ہے۔

فائر بریگیڈ [Fire Brigade] کسی بھی حالت سے نمٹنے کے لئے تیار تھی، دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں تھیں، سانس، سینوں میں رک گئے، اس

ناامیدی کی حالت میں، میں اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: گھبرائیں نہیں ہم سب امام رضا علیہ السلام کے زوار ہیں لھذا اس مشکل حالت میں سب مل کر اس بزرگوار اور رؤف امام علیہ السلام سے خلوص دل سے متوسل ہو جائیں، میری اس بات پر توسل، تضرع اور التجاء کی صدائیں بلند ہوئیں پلک جھپکتے ہی پائلیٹ کی طرف سے اعلان ہوا کہ خطرہ ٹل گیا ہے، ٹائر کھل گئے اور جہاز بغیر کسی مشکل کے اتر گیا۔

راوی: آیت اللہ باریک بین

(امام جمعہ قزوین)

تقریبا بیس سال پہلے ہم اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد آئے مرحوم آیت اللہ حبیب گلپایگانی اس ایام میں مسجد گوہر شاد میں نماز جماعت پڑھاتے تھے، چونکہ آپ زاہد اور پاک سیرت تھے ہم بھی ان کی نماز جماعت میں شرکت کرتے تھے۔

ایک دن جب ہم ان کے حضور میں تھے جس رہائشگاہ میں ہمارے قافلہ والوں نے قیام کے لئے کچھ کمرے کرایہ پر لئے تھے اسی مکان سے ایک شخص نے آکر آقای گلپایگانی سے کہا: آقا میں نے نذر کی ہے آج کی رات آپ تقریبا پچاس لوگوں کو اس مقام پر دعوت میں مدعو کریں، اس جگہ کمرے زیادہ تھے کئی قافلے اس میں قیام کرسکتے تھے ایک بڑا صحن بھی تھا اگرچہ آقای گلپایگانی نے اسی تعداد میں لوگوں کو مدعو کیا تھا لیکن ہر ایک نے یہ سوچ کر کہ

امام رضا علیہ السلام کی نذر ہے چند دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا، نہ صرف کمرے بلکہ صحن بھی مہمانوں سے بھر چکا تھا مجھے بتایا گیا کہ گھر کا مالک بہت ناراض ہے اور کہہ رہا ہے کہ آج میری بے عزتی ہو گی۔

ہم چند دوست آپس میں مل کر گھر کے مالک کے پاس گئے اور کہا: جناب! آپ فکر نہ کریں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی امام رضا علیہ السلام کی نذر کا کھانا ہے اس میں برکت ہے، اس نے کہا: آقا میں نے ایک چھوٹے سے دیگ میں پچاس لوگوں کے لئے کھانا پکایا ہے جبکہ اس وقت دو سو لوگ موجود ہیں!

ہم نے ان سے کہا کہ آپ ہم پہ چھوڑ دیں ہم نے چند افراد کو تیار رکھا ہے کہ اگر کھانا کم پڑے تو فوراً باہر سے کھانا لائیں گے اسطرح ہم نے انہیں دلاسہ دیا۔

میں نے کہا: پہلے کمروں میں دسترخوان بچھا کر کھانا دیں اور آخر میں صحن میں کھانا تقسیم کریں۔

جب دیگ کا ڈھکن اٹھایا تو "بسم اللہ" پڑھی اور امام رضا علیہ السلام سے عرض کی: مولا! گھر کے مالک کی عزت خطرے میں ہے اور نذری کھانا آپ کا ہے۔

کھانا شروع کر دیا، سب مہمانوں کے کھانے کے باوجود بھی کھانا بچ گیا، کچھ گھر کے مالک نے اپنے لئے اٹھایا اور کچھ کو پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا، امام

رضا علیہ السلام کے لطف و عنایت کے بغیر یہ کیسے ممکن ہے کہ پچاس لوگوں کا کھانا دو سو لوگوں کے لئے کافی ہو جائے اور بچ بھی جائے۔

راوی: آیت اللہ حائری تہرانی

چند سال پہلے میں قلب کے عارضہ میں مبتلا ہوا، اسپیشلسٹ ڈاکٹر کی رائے تھی کہ دل کا آپریشن کیا جائے جبکہ اس وقت ایران میں دل کا آپریشن آسانی سے نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ وسائل بھی نہ تھے ، اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کی بھی کمی تھی ، علاج کے لئے ملک سے باہر جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا ، اخراجات بھی بہت زیادہ تھے، میں حیراں تھا کہ کیا کروں ؟ میں نے ارادہ کیا مشہد جا کر حضرت امام رضاعلیہ السلام سے شفا کی درخواست کرتا ہوں ۔

مشہد پہنچا، اور دوسرے مریضوں کی طرح فولادی جالیوں کے سامنے توسل، التجا اور التماس کرنا شروع کیا۔

ایک رات صبح تک بیدار رہا اور صبح کی نماز کے سجدے میں اپنی صحت یابی کی بشارت سنی اور خود بھی تندرستی اور سلامتی کا احساس کیا جب تک مشہد میں رہا توسّل کو برقرار رکھا۔ تہران پہنچنے کے بعد علاج کرنے والے ڈاکٹر کے

پاس گیا، چیک اپ کرنے کے بعد ڈاکٹر کو بڑی حیرت ہوئی اور کہا: آپ میں بیماری کی کوئی علامت دکھائی نہیں دیتی، اس دن سے لیکر آج تک قلبی بیماری کی شکایت سے دوچار نہیں ہوا، یہ امام رضا علیہ السلام کی عنایت ہے۔

راوی: آقای مجتہد شبستری

(مجلس خبرگان کے رکن)

میں ایک طالب علم تھا اور قم میں پڑھ رہا تھا، کبھی کبھار، رشتہ داروں سے ملنے کے لئے تبریز جاتا تھا، ایک مرتبہ اسی علاقے کے چند لوگوں کے ساتھ تبریز کے لئے روانہ ہوئے، سفر کے ابتدا میں ہی نہ معلوم کیا ہوا گاڑی میں سب افراد امام رضاعلیہ السلام سے متوسل ہوئے اور بس میں ایک عجیب سی فضا چھاگئی، امام علیہ السلام کی غربت کی یاد میں نوحہ پڑھا، ماتم داری ہوئی، دل شکستہ ہو گئے۔

راستے میں نہ معلوم کیا ہوا، ٹریفک پولیس نے رکنے کے لئے جب اشارہ کیا تو بریک میں خرابی کی وجہ سے ڈرائیور سے بس نہ رک سکی اور سامنے سے آنے والے ایک ٹرک سے ٹکرا گئی، بس چند مرتبہ قلابازیاں کھا کر نیچے کھائی میں جاگری، سارے مسافر بس کے دروازے اور کھڑکیوں سے باہر گر

پڑے لیکن کسی کو بھی معمولی سی چوٹ نہیں آئی، ایک عورت نے آواز دی: میرا شیر خوار بچہ نہیں ہے، ہر جگہ تلاش کیا، بس کے اندر دیکھا تو سیٹوں کے نیچے صحیح وسالم پڑا ہوا تھا، لاکر اس کی ماں کو دیا گیا۔

اگر وہ توسل نہ ہوتا تو ایک شخص بھی باقی زندہ نہ بچتا، جو بھی اس بس کو دیکھتا تھا تو اسے یقین نہیں آتا تھا کہ کوئی شخص سالم اس بس سے نکلا ہو، مگر یہ ایک خاص عنایت تھی جسے میں نے بذات خود دیکھا۔

امام رؤف اور مہربان سے توسل اور توجہ معجزہ کر دیتا ہے اور اس بس کے مسافروں کے لئے امام کا معجزہ سب کی نظروں کے سامنے پیش آیا۔

راوی: آیت اللہ معصومی

میرے بھائی کی شادی کے بارہ سال گذر چکے تھے، لیکن اولاد سے محروم تھے ، اس حسرت کے ساتھ ڈاکٹروں کے پاس جاتے تھے، دوائیاں استعمال کرنے کے باوجود کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ جناب آقای محمود ضیائی، اس وقت کے اسی مرض کے مشہور ڈاکٹر چونکہ مجھے پہلے سے جانتے تھے لہٰذا خصوصی طور پر مجھ سے کہا: آپ کا بھائی بانجھ[۶] ہے کسی طرح سے انہیں سمجھائیں فضول پیسے خرچ نہ کرےاور کسی بھی ڈاکٹر کے پاس نہ جائے اس لئے کہ کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوگا، میں نے اپنے بھائی سے یہ تو نہیں کہا کہ تم عقیم ہو! لیکن یہ مشورہ دیا کہ اپنی بیوی کے ساتھ امام رضاعلیہ السلام سے متوسل ہو جائیں اور امام علیہ السلام کے توسل سے فرزند طلب کریں اور ڈاکٹروں کے پاس نہ جائیں۔

۶۔ جسطرح عورت بانجھ ہوتی ہے اسطرح بعض مردوں میں بھی بچے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے

انہوں نے میرے مشورے پر عمل کیا، کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا وہ صاحب فرزند ہوئے اور خدا نے انہیں ایک بیٹی عطا کی جس کا نام طاہرہ رکھا اور اس کے بعد خدا نے انہیں مزید دو بیٹے عنایت کیئے۔

امام رضاعلیہ السلام کی یہ عنایت ہمارے خاندان میں واقع ہوئی، البتہ اس طرح کی ہزاروں عنایات مختلف گھرانوں کے لئے پیش آئی ہیں جن سے ہم بے خبر ہیں۔

راوی: حجت الاسلام جواد محدثی

میرے والد، طالب علمی کے دوران ابتداء میں ایک شدید سر درد میں مبتلا ہوتے تھے،اس دور میں درد کی نوعیت کو جاننا مشکل تھا، اس لئے کہ آج کے یہ طبّی وسائل اس دور کے ماہرین کے لئے دستیاب نہ تھے، وہ طلب شفا کے لئے قم سے مشہد روانہ ہوئے اور حرم کے قریب ایک مسافر خانے میں قیام کیا

۔

دوسرے زوار مشہد پہنچتے ہی جگہ حاصل کرنے کے بعد زیارت کے لئے جاتے ہیں، لیکن میرے والد سر میں شدید درد کی وجہ سے اس وقت نہیں جاسکے۔

پوری مدت میں جبکہ دوسرے تمام ساتھی موجود نہ تھے کمرے کی کھڑکی سے امام علیہ السلام کے گنبد کی طرف دیکھتے ہوئے دل میں جانے کی حسرت لئے بیٹھے رہے، لوگ جب زیارت سے واپس آئے ان میں سے ایک نے میرے

والد سے کہا: حسن صاحب ! آپ ابھی تک یہیں بیٹھے ہیں دارالشفاء نہیں گئے ؟

یہ بات میرے والد پر سخت گراں گزری اور اگرچہ انکی حالت ٹھیک نہ تھی میں مگر گرتے پڑتے، حرم کی طرف ، چل دیئے ، زیارت کے دوران تو وہ سنبھل جاتے لیکن زیارت ختم ہوتے ہی بے تاب ہو کر چلنے سے بھی رہ جاتے ہیں، امام علیہ السلام سے متوسل ہو کر بہت غمگین حالت میں التماس کے لئے امام علیہ السلام کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں اور عاجزانہ طور پر امام علیہ السلام سے شفا طلب کرتے ہیں ۔

دعا اور التجاء میں مشغول تھے کہ اچانک اپنے بدن سے ایک بھاری بوجھ کے اترنے کا احساس کیا، متوجہ ہوئے کہ چلنے پر قادر ہیں، واپس جانے کے لئے حرم سے نکلے، کہتے تھے کہ ابھی میں صحن نو جسے اب صحن آزادی کہا جاتا ہے، نہیں پہنچا تھا کہ میرا سر درد بالکل ختم ہو گیا، صحیح وسالم خوشحال مسافر خانہ پہنچا، میرے ساتھی، مجھے دیکھ کر سمجھ گئے کہ امام علیہ السلام کے شفا خانہ سے میں نے شفا پائی ہے ، اور اب سر درد کے سلسلے میں کسی بھی ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت کا میں نے احساس ہی نہیں کیا۔

راوی: آقای موحدی ساوجی

مرحوم موحدی ساوجی کا ستم شاہی کے زمانے کے بہت بڑے انقلابیوں میں شمار ہوتا تھا اور آپ مبارز علماء کی کمیٹی کے رکن تھے انقلاب سے پہلے چار مرتبہ گرفتار ہو کر، طولانی مدت کے لئے جیل بھی بھیجے گئے۔ انقلاب کے بعد پانچ مرتبہ الیکشن میں ووٹ لے کر، بیس سال اسلامی پارلیمنٹ کے رکن بھی رہے۔

جناب ساوجی نے اگرچہ اعلی تعلیم، حوزہ علمیہ قم میں آیات عظام سے حاصل کی مگر ابتدائی تعلیم کا آغاز مشہد سے کیا جو کہ بہت سخت دور تھا۔

تمام طلاب، عمومی روزانہ زندگی کے حوالے سے تنگی اور شدید سختی کے دن گزارتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مشہد میں پڑھائی کے دوران تنگدستی کے سالوں میں سے ایک سال میری زندگی شدید مشکلات سے دوچار ہوئی۔ رمضان المبارک میں بغیر سالن کے صرف روٹی سے روزہ رکھنا بھی ایک

نعمت تھی لیکن جب روٹی بھی نہ ہو تو پھر روزہ کیسے رکھتا؟ جیسے بھی ہوا دن کو روزہ رکھا لیکن خدا جانتا ہے افطاری کے لئے کچھ بھی نہ تھا اذان مغرب سے پہلے امام رضا علیہ السلام کے حرم گیا ، زیارت اور دعا کے بعد ، امام علیہ السلام سے عرض کیا:

مولا! آپ خود جانتے ہیں، کہ میرے پاس افطاری کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، اب آپ ہی کرم کی جئے۔

حرم سے جب باہر نکلا تو ایک اجنبی نورانی شخص نے آکر مصافحہ کیا اور ایک تھیلی مجھے دے دی، جس میں سو تومان، طالب علموں کے تین مہینوں کے شہریہ کے برابر تھا۔ امام رؤف علیہ السلام نے اجازت نہیں دی کہ ایک رات بھی میں بغیر افطاری کے گذاروں۔

راوی: حجت الاسلام رحیمیان

(شہید فاؤنڈیشن میں ولی فقیہ کے نمائندے)

آیت اللہ شیخ مجتبی قزوینی فرماتے تھے میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ امام رضاعلیہ السلام کی عنایت کی وجہ سے ہے، میں مشہد میں تعلیم حاصل کرتا تھا پڑھنے اور چیزیں جاننے کا مجھے بہت شوق تھا، امام علیہ السلام سے ہمیشہ یہی عرض کرتا تھا کہ مجھ پر ایک خصوصی نظر کرم ہو جائے ہر بار حرم جا کر یہی حاجت مانگتا تھا۔

ایک دن حرم میں مشرف ہوا زیارت پڑھنے کے بعد ضریح کے مقابل امام علیہ السلام کی طرف رخ کرکے بیٹھا، اتنے میں اچانک دیکھا تو ضریح نہیں ہے بلکہ ایک تخت ہے اور امام رضاعلیہ السلام تخت پر آرام فرمارہے ہیں، امام علیہ السلام نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور محبت بھری نگاہوں سے میری طرف ایک نظر کی، امام علیہ السلام کی عنایت کے ذریعہ اس دن سے میری حالت بدل گئی۔

راوی: جناب آقای میرزائیان

(خادم اور آستان قدس رضوی کے مرکزی نذورات کے سر

پرست)

میں نے اپنے کام کی نوعیت کی بناء پر حضرت امام رضا علیہ السلام کے وجود مقدس سے متعلق، مختلف اقوام ، ادیان اور مذاہب کے ماننے والوں کی ارادت، قریب سے محسوس کیا۔

انہی واقعات میں سے ایک امریکہ میں رہنے والے ایک عیسائی میاں بیوی سے متعلق ہے، وہ حرم مطہر میں قالین خرید نے کے لئے آئے تھے ، مرد زر تشتی ہونے کے باوجود حضرت امام رضاعلیہ السلام کے خاص ارادت رکھتے تھے،اور کہتا تھا کہ میں جتنا بھی بچت کروں امام رضاعلیہ السلام کی نذر ہے کیونکہ میری پوری زندگی امام علیہ السلام کی مرہون منت ہے۔

جب میں اس خاتون سے رشتہ کے لئے گیا، اگرچہ ہم ایک معروف گھرانے

سے تعلق رکھتے تھے، لیکن انکے گھر والوں نے انکار کر دیا۔ایک ہفتہ کے بعد اپنی والدہ کے ساتھ دوبارہ ان کے گھر گئے، میری ماں نے کہا: میرا یہ بچہ، امام علیہ السلام کی عنایت ہے، میں اس حقیقت کے بارے میں بتاتی ہوں اس کے بعد آپ جو چاہیں جواب دیں۔

اس بیٹے سے پہلے میرا ہر بچہ مر جاتا تھا، ایک دن ہمارے محلّہ میں رہنے والی ایک سیدہ خاتون جو کہ اہل عبادت اور اہل تقوی تھیں، ہمیں تسلی دینے کے لئے ہمارے گھر آئی اور کہا: آپ زر تشتی ہیں، مگر امام رضاعلیہ السلام کسی کو نا امید نہیں کرتے ہیں،آپ کچھ سونا یا چاندی امام رضاعلیہ السلام کے حرم کے لئے نذر کر دیں اور اپنے بچے کو ان کے حوالہ کر دیں، میں نے ایسا ہی کیا اور میرا یہ بیٹا اب تک زندہ اور اس وقت انجینئر ہے ،اب آپکی مرضی ۔انہوں نے امام رضاعلیہ السلام کی عنایت کی خاطر اس مضمون کو قبول کر لیا۔

میرے چار فرزند ہیں اور سب اعلی تعلیمی مدارج پر فائز ہیں، میں اپنی تمام تر مشکلات کے باوجود، ہر سال، ایک مرتبہ امام رضاعلیہ السلام کی زیارت کے لئے ایران آتا ہوں میری یہی کوشش ہے کہ امام علیہ السلام کے جوار میں رہنے کے لئے ایران میں زندگی کروں۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی پسند کی قالین کو بازار سے خرید

لیا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ خود ہی قالین کو حرم پہنچادے اور ایسا ہی کیا، انکا کہنا تھا کہ ایرانیوں پر پروردگار کی سب سے بڑی عنایت ہے کہ وجود مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام ایران میں ہے۔

راوی: آقای حکیم باشی

(امام رضا علیہ السلام کے خادم)

ایک رات مجھے اچانک دل میں حرم جانے کی خواہش ہوئی جب میں صحن انقلاب سے گذر رہا تھا تو حوض کے کنارے ایک جوان کو دیکھا جو آستین کو جمع کئے منتظر تھا، مجھے آواز دی، بہت ہی ادب کے ساتھ کہا: دیکھیں میں صحیح وضو کر رہا ہوں؟

میں آگے بڑھا احوال پرسی کی، وہ ہاتھ دھو چکے تھے جیسے ہی میں نے ہاتھ ملانا چاہا تو کہا: مجھ سے ہاتھ نہ ملائیں میں زرتشتی ہوں میرے دوست نے بتایا ہے کہ اسلامی قانون کے مطابق میں نجس ہوں اور گیلے ہاتھ سے کسی چیز کو مس کرنے سے منع کیا ہے!

وہ پائلیٹ تھا، میں نے دیکھا کہ اس کا دل انتہائی صاف ہے، کہنے لگا: میں حرم میں مشرف ہونا چاہتا ہوں تا کہ امام رضا علیہ السلام کا شکریہ ادا کروں کیونکہ

میری زوجہ مہتاب، کینسر کی بیماری میں مبتلا تھی ایک عرصے تک ان کا علاج کے لئے اندرون اور بیرون ملک تمام مشہور ڈاکٹروں کا علاج کیا آخر میں سب نے کہا کہ وہ ان کا علاج نہیں کر سکتے ۔

میرے دوست عماد نے جو شیعہ اور کویت کے رہنے والے تھے مجھ سے کہا کہ آپ ہر جگہ گئے اور کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوا، اب امام رضا علیہ السلام سے بھی متوسل ہو جائیں اور ان کے دامن کو پکڑ لو! انشاء اللہ ناامید نہیں ہو گے ، میں نے ان کی بات مان لیا اور امام رضا علیہ السلام سے متوسل ہو گیا، بہت جلد میری زوجہ کو شفا ملی اور میں مسلمان ہونے سے قبل امام رضا علیہ السلام کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔

راوی: حجت الاسلام قرائتی

ملک کے ایک مشہور اور متدین تاجر جن پر مبلغین اور بعض مراجع کا بھی اعتماد ہے، ان کا صرف ایک بیٹا اور چند بیٹیاں ہیں، ایک مدت سے ان کا اکلوتا بیٹا ملک سے باہر جانے کا بہت شوق رکھتا تھا اس کی سوچ یہ تھی کہ بیرون ملک زمین پر جنت کا ایک ٹکڑا ہے، وہ کہتا تھا کہ مجھے باہر ضرور جانا چاہیے اور وہیں پر شادی کرکے زندگی بسر کروں گا۔ دوسری طرف ان کے باپ جو تعلیم یافتہ، امور سے واقف، بیرون ملک زندگی گزارے ہوئے تجربہ کار شخص تھے، جانتے تھے کہ مغربی ممالک میں ہمدردی، ایمان، شرم وحیا اور غیرت نام کی کوئی چیز یا تو نہیں ہے اگر ہے بھی تو بہت کم ہے اور کچھ خاص لوگ ان صفات کے حامل ہیں، اسی لئے انہوں نے اپنے بیٹے کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن والد کی نصیحتوں کا کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوا۔

انہوں نے اپنے بیٹے کی بعض تجربہ کار اور مشہور شخصیات سے ملاقات بھی

کرادی مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا،آخر میں حضرت امام رضاعلیہ السلام کے ایک خادم سے مشورہ کیا توانہوں نے کہا : کہ آپ کسی بھی صورت میں بیٹے کو مشہد لائیں اورامام رضاعلیہ السلام سے متوسل ہو جائیں۔

وہ مشہد آئےاورخادم نےحضرت امام رضاعلیہ السلام کے حرم کی «غبارروئی»[۷] مناسبت سے تین دعوت نامے حاصل کئے اور تینوں ایک ساتھ امام رضاعلیہ السلام کی زیارت کے لئے گئے۔

ان کا کہنا تھا: حرم مطہر میں غبارروئی کےاس روحانی لمحات اور خلوت معنوی کے ماحول میں، میں امام رضا علیہ السلام سے متوسل ہوا اور امام علیہ السلام سے اپنا درد دل بیان کرتے ہوئے کہا: یاامام رضا علیہ السلام آپ جانتے ہیں کہ میں ہمیشہ آپ کے وجود مقدس اور اہلبیت علیہم السّلام کا دم بھرتا رہا ہوں دوسری طرف باہر کی دنیاصرف ایک سبز باغ دکھانے کی مانند ہے، میرا اکلوتابیٹا، جس کے گوشت اورپوست میں ،آپ اہلبیت علیہم السّلام کی محبت اور ولایت ہے، میرے ہاتھ سے نکل رہاہے،وہ جوانی کی ابتدا میں مغربی ممالک کےاس زرق.برق ماحول اور فساد وگناہ کےاس گرداب [جال] میں کس طرح اپنے دین کی حفاظت کرسکے گا۔

۷۔ ضریح کے اندر قبر مطہر والی جگہ کی صفائی

پھر میں نےایک عالم دین سے گذارش کی:برای مہربانی ضریح کےاندر سے کچھ متبرک گرد وغبار جمع کرکے مجھے دے دیں،مجھے ضرورت ہے،میں نے تصور کیا کہ یہ متبرک غبار ،جوان کا ناپختہ فکراور خام خیال کو ذہن سے نکال لینے میں مددگار ثابت ہوگا،اس عالم نے ضریح کےاندر سےاشارہ کیا،میں آگےبڑھا،تاکہ تبرک کوان سے لے لوں،لیکن ممکن نہ ہوسکاتو انہوں نےایک کاغذ اٹھایا اور گردوغبار کواس میں ڈال کر مجھے دے دیا،میں نے کاغذ اپنے بیٹے کو دیااور کہا:اس قیمتی شیٔ کواپنے ساتھ رکھو!یہ تمہارے لئے اکسیر ہے۔

اس نے میرے جواب میں کہا:میں امام رضاعلیہ السلام کا مخلص ہوں اور میں اس تبرک کواپنے آنکھوں کا سرمہ بناکے رکھوں گا،لیکن ان چیزوں کےذریعہ آپ باہر ملک جانے سے نہیں روک سکتے۔

میرادل بہت غمگین ہوا اور میں مایوس ہوگیا،اپنی تمام آرزوں کوختم ہوتے دیکھا،میں نے آہیں بھرکر،امام رضاعلیہ السلام سےعرض کیا :مولا!جوادالآئمہ علیہ السلام آپ کے فرزند دلبند ہیں،آپ کومعلوم ہےکہ مجھے کس حدتک بیٹے سے محبت ہےآپ کےجواد کا واسطہ دیتا ہوں میرےاس اکلوتے بیٹے کی حفاظت کریں،وہ باہر جاکراپنے دین ودنیا کو تباہ کردےگااور میں

اس غم میں مر جاؤں گا۔

بہر حال شکستہ دل واپس لوٹے، متبرک گرد وغبار کے بارے میں بات ہوئی، میرے بیٹے نے کاغذ کو نکال کر پڑھنا شروع کیا۔۔۔ کچھ لمحوں کے لئے وہ سوچ میں پڑ گیا۔۔۔ پھر کہا: بابا اگر ایک لڑکی کا رشتہ آپ میرے لئے رشتہ مانگیں تو باہر جانے کا ارادہ ترک کردوں گا۔ بات امید دلانے والی تھی، میں نے فوراکہا: کونسی لڑکی؟

کہا: جس لڑکی نے یہ خط لکھا ہے۔ دیکھا تو وہ ایک لڑکی کا خط تھا،اس مضمون کے ساتھ:۔۔۔

یاامام رضاعلیہ السلام آپ جانتے ہیں کہ میں نے کتنی زحمت، مشقت اور سختیوں کے ساتھ تعلیم حاصل کی اور B.A کیاہے، میری تمام سہلیاں اور کلاس فیلو، شادی کر چکیں ہیں، چونکہ میرے والد بلدیہ کے ملازم ہیں اور میں ایک خاکروب کی بیٹی ہوں، کوئی میرا رشتہ مانگنے نہیں آتا،آپ امام رؤف ہیں، پریشان حالوں کی پناہ گاہ اور بے بس افراد کے لئے نجات کی کشتی ہیں، میری مدد کی جیۓ؛

میں نے کہا: بیٹا! یہ کیسے ممکن ہے؟ نہ ہم ان کو جانتے ہیں، نہ تم نے اسے دیکھا ہے،اورنہ ہی ہم ایک دوسرے کے ہم کفو ہیں، یہ کام عاقلانہ نہیں

ہے،آخر میں نہ معلوم کیا نتیجہ برآمد ہو۔

مگر جوانی کے جوش میں بیٹا بولا: دیکھتے ہیں،شاید سب کچھ ٹھیک ہو جائے، ہمارے پاس بہت کچھ ہے ہم ان کی حالت کو بھی بدلنے کی کوشش کریں۔

بہر حال ہم میونسپل دفتر گئے،ان صاحب کا پتہ معلوم کرکے ان کے گھر پہنچے تو اس لڑکی کے باپ نے دروازہ کھولا اور تعجب سے کہا:آپ کو کس سے کام ہے؟میں نے کہا : آپ فلاں ہیں ؟کہا: جی ہاں،لیکن میں آپ کو نہیں جانتا،ہم نے کہا : اگر آپ کی اجازت ہو تو گھر میں بیٹھ کر بات کریں ---بہر حال ہم گھر میں داخل ہوئے،رشتہ کی بات ہوئی،وہ حیران ہوگئے،انہوں نے شروع میں خیال کیا کہ شاید ہمارے بیٹےاوران کی بیٹی کے درمیان،پہلے سے آشنائی ہے،لڑکی سے جب ذکر کیا گیا تو وہ بولی؛ آپ کو کسی نے بھیجاہے؟ہم نے کہا:جی ہاں،ہمیں کسی نے بھیجا ہے، مگر کس نے---!

آخر کارجب دونوں جوان ملے اور شادی کے متعلق آپس میں باتیں ہوئیں،[۸]لڑکی نے پوچھا:اگرآپ واقعا ایسی مالی حیثیت کے با وجود مجھ

۸۔چونکہ ایران میں یہ رسم ہے کہ جب رشتہ مانگنے کے لئے آتے ہیں تو والدین لڑکااور لڑکی کو آپس میں بات چیت کا موقع دیتے ہیں تاکہ گفت وشنید کے بعد یہ معلوم ہو جائے کہ آئندہ کے متعلق ان کے درمیان کتنی ہم آہنگی اور تفاہم پایا جاتا ہے اگر دونوں راضی ہوں تو یہ رشتہ طے پاتا ہے ورنہ نہیں۔

سے شادی کا ارادہ رکھتے ہیں تو یہ ضرور بتانا ہوگا کہ آپ کو کس نے بھیجا ہے؟ میرے بیٹے نے کہا : ہم اس خط کی بناء پر آئے ہیں، سب حیران ہو گئے، لڑکی نے کہا: میں نے تو یہ خط امام رضا علیہ السلام کی ضریح میں ڈالا تھا، میرے بیٹے نے کہا: درست ہے، ہمیں بھی انہوں نے ہی بھیجا ہے۔

بہر حال، شادی طے ہو گئی میرے بیٹے نے کہا: ہم آپ کے لئے تہران میں گھر خریدیں گے، اور آپ کے والد صاحب کے لئے ایک دکان کھولیں گے اور آپ کی آئندہ زندگی آرام سے گزرے گی، دونوں کی شادی ہو گئی اور الحمد للہ عرصہ سے ایک بہترین اور کامیاب زندگی گزار رہے ہیں، اہم بات یہ ہے کہ، وہ ہمیشہ اپنے آپ کو امام رضا علیہ السلام کا مورد عنایت سمجھتے ہیں۔

راوی: حجت الاسلام گلپایگانی

(آیت اللہ گلپایگانی کے فرزند)

مرحوم والد، امام رضا علیہ السلام سے بہت زیادہ عشق رکھتے تھے اور امام علیہ السلام سے مربوط ان کے عجیب حالات اور واقعات ہیں، امام رضا علیہ السلام کے فرزندوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے اور ان کا شجرہ نامہ، امام رضا علیہ السلام سے ملتا ہے۔

آپ کبھی کبھار ۴ گھنٹے سے زیادہ، حرم مطہر میں گزار تے تھے، اور دوسرے معصومین کی طرف سے امام رضا علیہ السلام کو مخاطب کرکے زیارت امین اللہ کی قرائت کرتے تھے، معصومین علیہم السلام کی نیابت میں زیارات جامعہ کبیرہ اور عالیۃ المضامین کی قرائت اور قرآن کی تلاوت کے علاوہ حرم مطہر میں دوسرے عبادی اعمال انجام دیتے تھے۔

وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رہنے والوں کو جوکہ زیادہ تر جوان ہوتے، کہتے

تھے ؛اگر آپ تھک گئے ہیں، تو میں آپ کے لئے زحمت کا باعث نہیں بنوں گا، آپ جاسکتے ہیں ،بہت ہی متواضع تھے، حرم کے کتیبوں اور دروازے کو چومتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک سال قم میں بہت گرمی تھی،ہم نے ان سے کہا:اس سال مشہد میں خوشگوار آب و ہوا والی جگہ آپکے لئے تہیہ کرینگے تاکہ آپ وہاں پر کچھ آرام کر سکیں، یہ سننا تھاآپ روپڑے اور کہنے لگے :

مجھے امام رضا علیہ السلام سے شرم آتی ہے کہ میں سیر وآرام کے لئے مشہد جاؤں۔

حضرت آیت اللہ العظمی گلپایگانی کا یہ نظریہ تھا؛ کہ حضرت امام رضاعلیہ السلام کی عنایات امام علیہ السلام سے توسل یاان کی طرف رجوع کے بغیر بھی ممکن ہے ،مثال کے طور پر فرماتے تھے: ایک مرتبہ جب میں شیراز کے اطراف میں ایک شہر گیا تھا تو وہاں کے ایک متدین شخص نے کہا: چند سال پہلے ایک صاحب میری تلاش میں تھے، مجھ سے ملے تو کہا: حضرت امام رضا علیہ السلام کی جانب سے آپ کے لئے ایک پیغام ہے؛ امام رضاعلیہ السلام نے فرمایا ہے :آپ لوگوں کو بتایئے، اس سال اپنے گھر کی چھتوں کی مرمت اور تعمیر کریں چونکہ بارشیں زیادہ ہونے والی ہیں اور لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرناپڑے گا

ان کے کہنے پر میں نے کوئی توجہ نہیں کی، لیکن اس سال بہت زیادہ بارش برسی اور لوگوں کو بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اب میں ہمیشہ امام رضا علیہ السلام سے شرم محسوس کرتا ہوں۔

یا فرماتے تھے: امام رضا علیہ السلام کے ایک خادم نے حضرت رضا علیہ السلام کے بے شمار الطاف کے بارے میں اس طرح کہا:

ایک رات نیند میں متوجہ ہوا کہ گھر کے دروازہ پر کوئی دستک دے رہا ہے، دروازہ کھولا تو دیکھا؛ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ ایک بندر ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: اس مہمان کی پذیرائی کریں، میں بلا فاصلہ نیند سے جاگ اٹھا، اس بندر کے کچھ مشخصات، کپڑے کے ڈیزائن، بیگ وغیرہ جو مجھے یاد تھا، بہر حال، میں کچھ حد تک تیار بیٹھا رہا تا کہ دیکھ لوں کیا ہوتا ہے، کچھ دیر کے بعد دروازے پر دستک کی آواز آئی جب میں نے دروازہ کھولا تو انہی کے مشابہ آنے والے پایا۔

لمبے بالوں والا ایک مرد، ظاہری اعتبار سے غیر مذہبی اور۔۔۔ اس نے ایک ایڈریس پوچھا، مگر میں نے اسے گھر پہ آنے کی دعوت دی اور اچھی طرح ان کی مہمان نوازی کی، انہوں نے بڑا تعجب کیا اور غیر معمولی سلوک کرنے پر حیران رہ گیا اور پھر جانے کے موقع پر کہا: آپ سے ایک سؤال ہے،

میں نے کہا: آپ کے سؤال کا جواب اس شرط پر دوں گا کہ آپ بھی میرے سوال کا جواب دیں، انہوں نے قبول کیا اور کہا میرا سؤال یہ ہے: کیا وجہ ہے، مجھ جیسے ایک اجنبی شخص، میرا حلیہ بھی عام سا، اس طرح کا سلوک کرنا، خاص طور پر میرے آنے سے پہلے آپ مہمان کے استقبال کے لئے تیار تھے؟ میں نے کہا: حقیقت یہ ہے کہ خواب میں امام رضا علیہ السلام نے مجھے آپ کا تعارف کرایا ہے اور فرمایا کہ آپ کی خدمت کروں، لیکن مزید میں کچھ کہہ نہ سکا، مگر اس نے اصرار کیا تو میں نے کہا: آپ کو بندر کی شکل میں میرے حوالہ کر دیا تھا، مگر

آپ کا مشغلہ کیا ہے؟ وہ منقلب ہوگیا، پھر کہا: یہی حق ہے، میں غیر شرعی اور ننگی فلموں میں رول ادا کرتا ہوں۔

اس دن کے بعد، حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کی عنایت کی وجہ سے اس نے توبہ کی، ایک معقول مشغلہ اختیار کیا اور اب ایک ایماندار اور دیندار شخص کی حیثیت سے معروف ہے۔

حضرت آیت اللہ العظمی گلپایگانی کا نظریہ تھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی عنایات کو ان کے حرم یا دینداروں یا شیعوں حتّٰی انسانوں تک محدود قرار نہ دیا جائے۔

راوی: سید علی طباطبائی

(یزد، بافق شہر کے پیدل قافلوں کے سالار)

ہمارے قافلے اور اسکے اراکین پر، حضرت امام رضا علیہ السلام کی خاص عنایات شامل حال رہی ہیں، جو اپنی نوعیت میں حلاوت لئے اور غیر قابل فراموش ہیں، لیکن ان میں سے ایک واقعہ ہم سب کے لئے ایک دردناک یاد دلاتا ہے۔

ہر سال بافق شہر سے محبان الرضاعلیہ السلام نام کا قافلہ، ثقافتی ادارہ بیت الرضا علیہ السلام کی طرف سے پیدل مشہد کی طرف روانہ ہوتا ہے، چند سال پہلے راستے میں ایک گاڑی لڑکوں کے پاس رکی، گاڑی میں، ایک مرد اور عورت سوار تھے جن کا ظاہری حلیہ بتارہا تھا کہ وہ دین و شریعت کے پابند نہیں ہیں۔ وہ ہم پر ہنس رہے تھے، مرد نے تمسخر آمیز لہجہ میں کہا: اندھے ہو؟! ہم نے کچھ نہیں کہا، دوبارہ کہنے لگا: پوچھ رہا ہوں اندھے ہو؟

میں نے کہا: اندھے تھے لیکن بیس دن ہوئے ہم بینا ہوگئے ہیں اور انشااللہ راستے میں ہماری آنکھیں اچھی طرح کھل جائیں گی۔ دوبارہ توہین آمیز طریقہ سے کہا: کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی کا دور ہے، لوگ جہاز سے بڑی مشکل سے سفر کرتے ہیں اور تم لوگ پیدل چل پڑے ہو!

ہم نے کہا: عزیز بھائی! اگر حوصلہ ہے تو گاڑی سے اترو ہم آپ کی خدمت کریں گے، جب تک آپ چاہیں بیٹھ کر گفت و شنید کریں، اگر میں نے آپ کو مطمئن کردیا اور آپ نے مجھے حق پر سمجھا تو ٹھیک؛ خدا حافظ؛ آپ چلے جائیں اور اگر میں آپ کو مطمئن نہ کرسکا، تو میں اس قافلے کا مسؤل ہوں، خدا کی قسم میں آپ کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو جاؤں گا، وہ اس قسم کی باتوں کو سننے والا نہیں تھا، ایک خاص مہارت کے ساتھ چند لوگوں کو گاڑی سے دھکا دے کر چلا گیا۔

کچھ لوگ اس رویہ پر رونے لگے، میں نے قرآن پاک سے پیغمبر اکرم ﷺ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے حالات کے بارے میں انہیں کچھ واقعات بتائے اور ہم آگے چل پڑے، کچھ راستہ چلنے کے بعد سو کیلومیٹر آگے ہم نے اسی گاڑی کو ایک ٹرک کے نیچے بالکل کچلے ہوئے ایک غیر قابل یقین اور افسوس ناک صورت حال میں دیکھا، ایمبولینس کی آواز، پولیس اور

۔۔۔۔ایک دردناک حادثہ رونما ہوا تھا۔

ہم نے کوئی شکایت نہیں کی، امام رضا علیہ السلام تو رؤف امام ہیں، مگر جب کبھی کسی شخص کا پیمانہ ظرف اپنے گناہوں اور طغیان سے بلکل بھر جاتا ہے، تو وہ اپنے کئے ہوئے اعمال کا نتیجہ بھی دیکھتا ہے اور ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

راوی: آقای حیدری

(خراسان عدلیہ کے سابقہ ڈائریکٹر)

میں امام رضا علیہ السلام کے حرم میں «بالاسر»[۹] کی طرف، نمازاور دعا میں مشغول تھا میں نے دیکھاکہ ایک شخص نے اپنے نوجوان بیٹے کو میری طرف بھیجا اور مجھ سے سوٴال کیا: آقای حیدری آپ ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں؛اس نے اپنے والد کو اشارہ کیاتووہ بھی آگئے،اور رونا شروع کر دیا۔

ان سے بات نہیں کی جارہی تھی۔ بہر حال بولے کہ آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں میری مدد کیجئے ---- میرا بیٹا بےگناہ ہے، میں نے سوچا،شاید ہمارے شعبہ میں کوئی کیس ہے، میں نے کہا: آپ کے بیٹے کا نام کیاہے؟اور کیس کا نمبر کیاہے؟

---

۹. امام علیہ السلام کے قبر مطہر کے سرہانے کی جانب والی جگہ

بعد میں معلوم ہوا کہ ان کا بیٹا شیروان شہر میں سپاہی تھا جہاں جیل میں علاج کے لئے داخل ایک اسمگلر فرار کرگیا اور سپاہی کو اسمگلر کیساتھ ساز باز کرنے کی تہمت میں دو سال کے لئے جیل کی سزا اور تین میلیون تومان جرمانہ ادا کرنے کا حکم سنایا گیا ہے اور اس حکم کی "دادگاہ تجدید نظر" سے بھی تائید ہو گئی ہے۔ بہر حال میں نے ان سے کہا: آپ کو سپریم کورٹ میں اپیل کرنا چاہیے ۔ وہ بولے : دادگاہ انقلاب شیروان، میں اپیل کی تھی لیکن انہوں نے ہماری اپیل تہران نہیں بھیجی۔ میں نے کہا: آپ دوبارہ جائیں اور میری طرف سے انہیں بتائیں وہ مان لیں گے پھر میں نے اپنا ٹیلیفون نمبر انہیں دے دیا اور کہا کہ جو جواب ملے مجھے مطلع کیجئے۔

ایک مدت کے بعد وہ تہران میں میرے پاس آئے، معلوم ہوا کہ وہ محکمہ تعلیم کے کسی شعبہ کے انچارج اور ایک باعزت اور دیندار شخص ہیں، میں نے فائل اور شعبہ کا نمبر ان سے لیا اور متعلقہ شعبہ میں فون کیا۔

امام رضا علیہ السلام نے اسے میرا مدیون ہونا پسند نہیں فرمایا، جب میں نے پوچھا تو کہا: متہم بری ہوا ہے اسلئے کہ کیس ملٹری کورٹ سے متعلق تھا نہ [سیویلین]انقلاب کورٹ سے، اور متہم نے، اس سپاہی کی ڈیوٹی کے دوران فرار نہیں کیا ہے، اس کیس کی تحقیقات میں، شروع ہی سے غلطی

ہوئی ہے۔

بہر حال میں نے انہیں یہ خوشخبری دی لیکن ایک سوال میرے ذہن میں تھا کہ انہوں مجھے کیسے پہچانا آخر کار میں نے پوچھاتوانہوں نے کہا: جب میں ہر جگہ سے مایوس ہوا، توامام رضا علیہ السلام سے متوسل ہوا اور جو بھی مشکل میں مولا کی زیارت کو جائے تو اس کا رنج و غم دور ہو جاتا ہے۔

میں زیارت کے لئے مشہد آیا تو مجھ میں ایسی تبدیلی آئی کہ نماز میں بھی گریہ کرتا تھا۔اچانک ایک بزرگوار سید میرے پاس آئےاور بغیر کسی تمہید کے کہا: کہ حضرت کے بالائے سر ایسی شکل و ہیئت کا ایک شخص بیٹھاہواہے،جس کانام حیدری ہے،وہ تمہاری مدد کرکے تمہاری مشکل ختم کردے گا۔

راوی: حجت الاسلام غلامی

(حوزہ علمیہ تہران کے مبلغ اور مدرس)

میں انقلاب سے پہلے تہران یونیورسٹی میں فزکس کا طالبعلم تھا چونکہ میں اپنی زندگی کو امام رضا علیہ السلام کی عنایت جانتا تھا، انقلاب کے بعد میں نے علوم اہلبیت علیہم السلام کے حصول کا ارادہ کیا اور ۱۶ سال حوزہ علمیہ میں تعلیم حاصل کی۔

میری زندگی امام رضا علیہ السلام کی عنایت کردہ ہے، کیونکہ جب میں دو تین سال کا تھا، تو سخت بیماری میں مبتلا ہوا شدید بخار اور مسلسل تشنج سے دوچار ہو کر گونگا ہوگیا، اس زمانے میں میرے والد ایک اہم کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے گھر میں نہیں تھے، اسی لئے میری والدہ، مجھے تمام مشہور ڈاکٹروں اور دوسرے طبیبوں کے پاس لے گئیں، مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا

ایک رات جب میرے بچ جانے کی کوئی امید نہیں تھی میرے والد ذرا جلدی گھر آئے اور میری حالت دیکھ کر ماں سے کہنے لگے: اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر کیوں نہیں جاتی؟ وہ بولی؛ کوئی فائدہ نہیں، اگر میری بات پر یقین نہیں تو آپ خود ڈاکٹر کے پاس لے جائیں، وہ بولے؛ کل میں خود اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاتا ہوں۔

اگلے روز میرے والد مجھے اپنی پشت پر بٹھا کر صحن میں حوض کے اطراف میں لے آئے اور مجھ سے کہا بیٹا کہو: یا امام رضا علیہ السلام مجھے شفا دیں تا کہ میں آپ کی قدم بوسی کے لئے آجاؤں، چند مرتبہ گڑ گڑانے کے بعد میری زبان روان ہو گئی اور میں بچگانہ انداز میں اسی جملہ کو دہرانے لگا اور میری حالت بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اگلے دن ہم امام رضا علیہ السلام کی قدم بوسی کے لئے مشہد روانہ ہوئے۔

اہلبیت علیہم السلا اتنے کریم ہیں کہ جب کسی پر ان کی نظر لطف وعنایت ہوتی ہے تو اس کی دنیا بدل دیتے ہیں یقینا ہر شخص پر اہلبیت علیہم السلام کی عنایات بے شمار ہیں جس کا کوئی حساب نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی نوعیت جان سکتا ہے۔

راوی: حجت الاسلام قربانیان

(نہبندان شہر کے امام جمعہ)

طالبعلمی کے دوران دوسرے دو دوستوں کے ساتھ ہم ایک ہی کمرے میں رہتے تھے، وظیفہ بہت کم تھا زیادہ سے زیادہ ۴ تومان ملتے تھے اسی لئے ہم بہت سخت زندگی گزارتے تھے کبھی رات کا کھانا کھائے بغیر صبح ہو جاتی تھی، یہی حالت جاری تھی انہی سختیوں کی وجہ سے، بہت سارے دوستوں نے پڑھائی چھوڑ دیا اور اپنے شہر اور وطن واپس چلے گئے۔

ایک دن جب ہم کمرے میں بیٹھے تھے میں نے اپنے دوستوں سے کہا: اس طرح تو ہم درس حاصل نہیں کر سکتے ہیں، میں آج حرم جاتا ہوں اور امام رضا علیہ السلام سے پیسے لوں گا، کہا: کیسے پیسے لوگے ؟ میں نے کہا: وہ خود جانتے ہیں، کہ کیسے مرحمت فرمائیں میں نہیں جانتا، انہوں نے کہا: پھر ہم بھی چلتے ہیں تاکہ امام رضا علیہ السلام ہماری بھی مدد کریں۔

ہم حرم گئے، زیارت کی اور شہید ہاشمی نژاد کی موجودہ قبر کے پاس بیٹھ گئے، میں نے جاکر تین مفاتیح لے آیا اور کہا: آئیں دعائے توسل پڑھیں، دعا کا کچھ حصہ پڑھ چکے تھے کہ ایک شخص آیا اور جیب سے نکال کر کچھ سکے ہم تینوں کو دیئے کہا: التماس دعا اور چلے گئے۔

میرے دونوں دوست، خوشی میں دعا ادھوری چھوڑ کر چلے گئے، لیکن میں نے دعا ختم کرنے کے بعد دوبارہ زیارت پڑھی اور امام علیہ السلام کا شکریہ ادا کیا اور واپس چلا، جب میں شیخ بہائی کی قبر کے قریب پہنچا تو دیکھا میرے دوست وہاں پر میرا انتظار کر رہے تھے، وہ کہنے لگے: ہم میں سے ہر ایک کو ۱۰ تومان ملے ہیں، تم بتاؤ تمہیں کیا ملا؟ میں نے کہا: میں نے ابھی تک گنا نہیں۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ جب میں نے گنا تو دس تومان ہی تھے ان پیسوں سے ہماری صورتحال میں بہتری آگئی لیکن میں نے دعا آخر تک پڑھی تھی اور امام رضا علیہ السلام کا شکریہ ادا کیا تھ اتو مجھے تعلیم جاری رکھنے کی توفیق ملی جبکہ میرے دوستوں نے مزید تعلیم حاصل کرنا چھوڑ دیا، بہر حال اس عنایت اور فرمائش (من لم یشکر المخلوق لم یشکرالخالق) اور آیات (و من یشکر فانما یشکر لنفسہ)۔ (ولئن شکرتم لازیدنکم) سے یہی درس ملتا ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کے الطاف اور عنایات کی قدر جانیں۔

راوی: حجت الاسلام قرائتی

ایک مرتبہ جب میں مشہد مقدس گیاتوحرم میں مشرف ہونے کے بعدزیارت پڑھی میری تمناوں میں سے ایک تمنّا جو میں امام رضاعلیہ السلام سے مانگنا چاہتا تھا یہ تھی، جو میں نے عرض کی: میرے آقاو مولا؛مجھ پر مہربانی وعنایت کیجئے، میں چاہتاہوں کہ آپ اپنے لطف وکرم سے میرے لئے تبلیغ اورتدریس کے سلسلے میں ایسا وسیع ماحول اور موقع فراہم کیجئےکہ تمام اسکولوں اور یونیورسٹی کے طلبہ اور حکومتی اداروں کے ملازمین کے لئے تقریر کرسکوں۔

یہ خواہش اور تمنا اس زمانے سے تھی جب انقلاب اسلامی کی کامیابی سے پہلے شاہ کے دورمیں گورنمنٹ کی طرف سے کسی کو سو افرادکے مجمع میں بولنے اور تقریر کرنے کی اجازت نہیں تھی، میں نے سوچا یہ کام اس زمانے میں ہونے والا نہیں ،ایک مرتبہ دعا،التجا اور گریہ وزاری

کرتے کرتے، مجھے خود ہنسی آئی، میں نے اپنے آپ سے کہا: بس کر شیخ! یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ کس قسم کی خواہش ہے جو تم کر رہے ہو؟ کسی ایسی خواہش کا تقاضا کرو کہ جو انجام پا سکے، لیکن بے ساختہ دل سے ایک تمنا کا اظہار ہوا تھا۔

جب انقلاب اسلامی ایران کامیاب ہوا تو میں یہ سمجھ گیا کہ میری اس خواہش کو جو ظاہری اعتبار سے ناممکن تھی امام رضا علیہ السلام نے ممکن بنا دیا ہے اور آج انقلاب کی برکت کے باعث یہ موقع فراہم ہوگیا۔

راوی: جناب آقای سید علی اکبر پرورش

(سابقہ وزیر تعلیم وتربیت)

جن لوگوں نے انقلاب سے پہلے والے دور کو درک کیا ہے،وہ بخوبی جانتے ہیں کہ حکومت کے مخالف افراد، بادشاہی حکومت کی انٹیلی جنس سروس **"ساواک "**کے تحت نظر تھے اور کوئی سیاسی کتاب جس پر حکومت کی طرف سے پابندی لگی ہو،پڑھنے پر سخت سزا دی جاتی تھی،اسی لئے،شاہ کے ظالمانہ دور حکومت میں سب جیلیں اس قسم کے بے گناہ افراد سے بھریں تھیں۔

سکیورٹی منیجمینٹ اورانٹیلی جنس کے لئے یہ اہم نہیں تھاکہ وہ شخص کس شعبہ سے تعلق رکھتاہے،مزدور ہو یاتاجر، طالبعلم ہو یاخطیب ، ملازم ہو یا یونیورسٹی طالب علم حکومت مخالف ہونا جرم تھا،جرم کے لحاظ سے بھی فرق نہیں تھاکہ تقریر کی ہے یاممنوعہ کتاب کا مطالعہ کیاہے یا۔۔۔انہی وجوہات کی وجہ سے سیاسی جیلوں میں ہر قسم کے لوگ تھے جو طرح طرح کی اذیت اور

سختیوں میں مبتلا ہوتے تھے تا کہ وہ مخالفت سے باز آئیں ۔

انہی تاریک سالوں میں، مجھے بھی اسیر کیا گیا اور کثیر تعداد میں علماء اور طالبعلم بھی اس جیل میں موجود تھے۔

شروع شروع میں جب ہم گرفتار ہوئے تھے تو ہر روز ہماری تفتیش اور تشدد کرتے تھے تا کہ ہم اپنے دوسرے نظریاتی دوستوں اور کارکردگی کے بارے میں انہیں معلومات فراہم کردیں۔لیکن گرفتاری کی کچھ مدت گزرنے کے بعد،جب مزید معلومات لینے سے نا امید ہوگئے،تو سختی کم ہوگئی، فضا کچھ حد تک بہتر ہوگئی اور ہر روز صبح قیدیوں کو قید خانے کے صحن میں دوڑنے اور تازہ ہوا کے سانس لینے کی اجازت دی گئی۔

آہستہ آہستہ قیدی آپس میں آشنا اور ایک دوسرے سے مانوس ہوگئے، اسلئے کہ نامعلوم مدت تک کے لئے جیل بھیجدیئے گئے تھے،قیدیوں کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ ایک دوسرے سے دوستی اور رفاقت کو بڑھا کر گھر والوں کی جدائی کا غم دور کریں اور جیل کی اس تنگ اور نامناسب فضا کی سختیوں کو برداشت کرکے لطف پروردگار کے امیدوار رہیں۔

ایک سال ہم قیدیوں کی امید، حضرت امام رضا علیہ السلام کے یوم ولادت با سعادت کی آمد تھی،اسلئے کہ،ظاہری حالات اور تفتیش سے یوں معلوم ہو رہا تھا

کہ چند سال جیل میں گزارنا پڑے گا۔

جی ہاں؛ہمارے لئے امید کی تنہا کرن یہی تھی کہ امام رضا علیہ السلام سے متوسل ہو جائیں اور جیل سے اپنی رہائی امام سے عیدی کے طور پر طلب کریں

۔

جیسے جیسے امام رضا علیہ السلام کی ولادت کی تاریخ نزدیک آرہی تھی ہماری آزادی کی امید بڑھتی جارہی تھی ہم آپس میں گفتگو کے دوران کہتے تھے: اس سال امام رضا علیہ السلام کی عنایت ہو جائے اور ہمیں ایک یادگار عیدی دے دیں ۔ "**یادگار عیدی**" کا جملہ، ہم سب کی ورد زبان ہو چکا تھا اور ایام ولادت سے ایک ہفتہ پہلے سے ہر شب نماز مغرب و عشاء کے بعد، دعا اور امام رضا علیہ السلام سے مختصر توسل کرتے تھے۔

سب قیدی، ہر روز صبح جیل کے صحن میں کچھ دیر کے لئے دوڑتے تھے اور جب تھک جاتے تو کچھ دیر کے لئے ہلکی سی ورزش کرتے تھے، اگرچہ تمام قیدی، ایک دوسرے سے کسی حد تک، رفاقت رکھتے تھے، لیکن کچھ قیدی اپنی ذاتی خصوصیات کی وجہ سے ایک دوسرے سے زیادہ مانوس تھے ۔ انہی قیدیوں میں سے ایک عالم بنام آقای محبوبی تھے جو مجھ سے زیادہ انس رکھتے تھے

امام رضا علیہ السلام کی ولادت کے روز صبح دوڑ لگانے کے بعد جب ہم ورزش کر رہے تھے تو آقای محبوبی میرے نزدیک آئے اور مزاح کے طور پر میرے شانہ پر ایک مکہ مارا، میں نے آقای محبوبی سے کہا : آپ کو مکہ مارنا نہیں آتا آیئے میں آپ کو سکھاؤں، پہلے انگلیوں کو مجتمع کر لیں تا کہ لوہے کی طرح سخت ہو جائے اور پھر پوری طاقت سے اپنے مقابل کو ماریں، دیکھیں اس طرح ۔۔۔ میں نے اپنی مشت کو مضبوط بنا کر ان سے کہا: دفاعی حالت اپنائیں، میں چاہتا تھا ان کے شانے پر مکہ ماروں، لیکن نہ معلوم میرا یا ان کا پاؤں پھسلا، میرا مضبوط مکہ ،ان کے سر پر لگا اور آقای محبوبی بے ہوش ہو گئے، میں نے آوازیں دی کوئی جواب نہیں ملا، باقی قیدی بھی جمع ہو گئے،سب نے آواز دی،ان کے شانے ہلائے، ہوش میں نہیں آئے، پہلے تو ہم نے یہ سوچا کہ وہ مذاق کرکے ہمیں ڈرا رہے ہیں لیکن معلوم ہوا،وہ واقعا بیہوش ہو گئے ہیں، چند منٹ ہم نے صبر کیا، کہ وہ ہوش میں آجائیں اور جیل کے نگہبان کو پتہ نہ چلے،اسلئے کہ ہمیں خوف تھا کہ حکومت اس حادثہ کو سیاسی رنگ نہ دے اور میڈیا پر اعلان کردے کہ دو دین دار قیدی،آپس میں لڑ پڑے ہیں۔

لیکن جب جناب محبوبی کو ہوش نہ آیا،تو جیل کے ڈاکٹر کو بلانے پر مجبور ہو گئے اور ہم نے کہا: یہ شخص زمین پر گرا ہے۔ ڈاکٹر ایک دوائی لے

آئے اور آقای محبوبی کی ناک پہ ملنے کے بعد ہم سے کہا: وہ ہوش میں آجائے گا لیکن دوا نے کوئی اثر نہ کیا، میں اپنے آپ کو قصوروار جانتا تھا اور پریشان تھا کہ خدایا! اگر محبوبی مر گئے تو کیا ہوگا؟ میرے پاس کیا جواب ہے؟ کون میری بات پر یقین کرے گا؟ تمام بے گناہ قیدیوں کی عزت داغدار ہو جائیگی۔

جیل کے صحن میں کونے پر ایک خرابہ تھا جو بھی زیادہ غمگین ہوتا تو وہاں پر جا کر رو لیا کرتا تھا تاکہ غم کم ہو جائے، مجھے بھی رونا آیا تو خرابہ کی طرف گیا اور زور زور سے روتے ہوئے خراسان کی طرف رخ کرکے امام رضا علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا: مولا! آپ کی ولادت ہے، آپ نے ہمیں اچھی عیدی دے دی، محبوبی کی موت؟!۔۔۔

میں انتہائی غم واندوہ اور حیرانی کی حالت میں، اپنی غفلت اور بے احتیاطی کو امام علیہ السلام کی طرف نسبت دے رہا تھا میں بار بار مجمع میں آکر محبوبی کی حالت دیکھتا تھا کہ کیا ہوا اور یہ دیکھ کر کہ محبوبی اب تک ہوش میں نہیں آئے، مزید مضطرب ہو کر دوبارہ خرابہ کی طرف جاتا اور امام رضا علیہ السلام کو آواز دیتا تھا۔

آخری مرتبہ ڈاکٹر نے کہا: کیا اصرار ہے، کہ ایک مردہ زندہ ہو جائے، ایک کاغذ لایا تاکہ دفن کے لئے اجازت نامہ لکھے؛ اب تھوڑی سی جو امید تھی وہ بھی

بالکل ختم ہو گئی اور میں دوبارہ خرابہ کی طرف دوڑا اور گڑگڑا کر فریاد کی " یا اسی وقت خدا سے میری موت کو طلب کریں یا محبوبی کی زندگی کو " ---اب کچھ بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کررہا ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں اور جیسے ہی ایمبولینس لاش کو اٹھانے کے لئے آئی ایک قیدی محبوبی کا ہاتھ کے ہلنے کی طرف متوجہ ہوا آواز دی: رک جاؤ! زندہ ہے۔

ڈاکٹر کو بلایا، چیک اپ کیا تو انہوں نے بھی زندہ ہونے کی تصدیق کی اور چند گھنٹے کے بعد محبوبی نے امام رضا علیہ السلام کی یادگار عنایت کی وجہ سے معمول کے مطابق صحت یاب ہو گئے اور بہت جلدی ہماری رہائی کا بندوبست ہو گیا۔

راوی: آقای سید کاظم اکرمی

(سابقہ وزیر تعلیم وتربیت)

" شمسی سال ۱۳۷۳ فروردین "[۱] کے مہینہ میں مجھے معلوم ہوا کہ میرا داماد جناب انجینئر محمد قلی زادہ ریڑھ کی ہڈی کے کینسر میں مبتلا ہوا ہے، اس خبر نے ہمیں بہت ہی پریشان کر دیا، میری بیٹی کی شادی کو زیادہ مدت نہیں گزری تھی، خدایا! میری بیٹی کے مستقبل کا کیا ہوگا؟ ایک ایسا نیک جوان ہمارے ہاتھوں سے گم ہو جائے گا؟۔۔۔

بہر حال کینسر کی بیماری زیادہ تر قابل علاج نہیں ہے لیکن انسان کچھ کئے بغیر بھی رہ نہیں سکتا، جتنا ہوسکے علاج معالجہ کے لئے کوشش کرنا چاہیے۔

اس امید کے ساتھ بیمار کو تہران میں ساسان ہسپتال کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر

۱۔ عیسوی سال کے مطابق مارچ سن ۱۹۹۴

مرندی کے پاس لے گئے، چند مرتبہ چیک اپ کرنے، ٹیسٹ اور ایکسرے کے بعد ڈاکٹر نے کہا: ان کا آپریشن کرنا ضروری ہے، تب بھی صحت یابی کے لئے کوئی ضمانت نہیں دے سکتے، پاؤں یا پاؤں کی انگلیوں کا مفلوج ہونا یقینی ہے۔

آپریشن کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، ماہ تیر کے اواخر یا ماہ مرداد کے اوائل میں اسی ساسان ہسپتال میں چھ گھنٹے تک آپریشن ہوا، آپریشن کے بعد ڈاکٹر مرندی نے کہا: ہم نے ۸۵ فیصد زخم کا علاج کیا ہے، لیکن کینسر میں مبتلا سلز اور دماغ آپس میں زیادہ نزدیک ہونے کی وجہ سے، ہم انہیں ہاتھ نہیں لگا سکے۔

بیمار کو خصوصی دیکھ بھال یونٹ (ICU) میں لے جایا گیا ،چند دنوں کے بعد ڈاکٹر مرندی نے میری بیٹی سے کہا تھا، بیٹی!

ان کی بیماری اس حد تک بڑھ چکی ہے، کہ پہلے تو میں نے سوچا تھا کہ ان کی ریڑھ کی ہڈی [نخاع] نہیں بچی ہے ،آپ تو خود میڈیکل پڑھ چکی ہیں !--- انکی صحت کے بارے میں زیادہ امیدیں وابستہ نہ رکھیں؛! وہ آٹھ مہینوں سے زیادہ زندہ نہیں رہیں گے، ڈاکٹر مرندی سے ناامیدی کی خبر سن کر، میری بیٹی پر کیا گذرا؟ خدا کو ہی معلوم ہے، مضطرب اور پریشان ہو کر میرے پاس آئی

اور ڈاکٹر کی بات مجھے سنائی، بہت ہی مایوس کن خبر تھی، لیکن میں نے کوشش کی کہ ڈاکٹر مرندی کی بات کو کوئی اہمیت نہ دوں۔

اپنی بیٹی کو صبر و تحمل اور خدا پر توکل کرنے کی دعوت دی۔

اور کہا: موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے، ہم اپنی حد تک کوشش کرتے ہیں اور بیمار کی شفایابی کو خدا سے طلب کریں گے۔

ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد، ہم مسلسل ان کو فیزیو تھراپی اور ریڈیو گرافی کے لئے ہسپتال لے جاتے تھے۔

ان سب کوششوں کے باوجود، صحت کی کوئی علامت دکھائی نہیں دے رہی تھی، آہستہ آہستہ بیمار، کھانے پینے اور پشت پر لیٹنے پر بھی قادر نہیں رہے، بہت زیادہ درد کا احساس کر رہے تھے اور ہر روز حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی تھی ،اسی حالت میں انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ مشہد، امام رؤف حضرت رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے جائیں اور ان سے متوسل ہو جائیں۔

سال ۱۳۷۳ کے بہمن ماہ، میں میری بیٹی اور داماد، طلب شفا کے لئے مشہد روانہ ہوئے ، جناب حاج احمد انصاری (مرحوم آیت اللہ انصاری ہمدانی کے فرزند) جو کہ میری بہو کے والد ہیں، بیمار کے مشہد جانے کی خبر سن چکے تھے، مجھے فون کر کے کہنے لگے: اس وقت، خدا کے اولیاء اور اہلبیت علیہم السلام

میں سے ایک، مشھد میں ہیں ،آپ کی بیٹی اور داماد کو چاہیے، کہ ان سے توسل کریں اور طلب شفا کریں۔

میں نے یہ بات اپنی بیٹی اور داماد کو بتایا، انہوں نے کافی کوشش کے بعد، ایک عالم و عارف سے ملاقات کرکے ان سے دعااور رہنمائی طلب کی۔

شروع میں، جب اس بزرگوار نے بیمار کی شفایابی کے لئے توسل کیاتو کوئی جواب نہ ملنے پر تقدیر الٰہی سمجھا لیکن بعد میں جب ان سے یہ کہا گیا کہ اس بیمارآقا کی زوجہ سیدہ ہے تو وہ دوبارہ امام رضاعلیہ السلام سے بیمار کی شفایابی کے لئےتوسل اور تقاضا کرنے لگے ایک دن میری بیٹی اور داماد سے کہنے لگے : حضرت زہراعلیہاالسلام کی شہادت کی رات حرم جائیں اور صبح تک تضرع اور توسل کریں

میری بیٹی اور داماد نے شہادت کی پوری رات حرم میں تضرع اور گریہ وزاری کے ساتھ گزارااور امام رضاعلیہ السلام سے شفااور سلامتی طلب کی۔

امام رضاعلیہ السلام نے عنایت فرما کر، کینسر کے بیمار کو شفامرحمت فرمائی، جس کے بارے میں ڈاکٹر مرندی نے کہا تھا: کہ چند مہینے کے بعد مرنے والے ہیں، اب وہ سالوں سے صحت یاب زندگی گزار رہے ہیں، ان کے بچے بھی ہیں اور ان میں بیماری کا کوئی اثر تک نہیں ہے۔

راوی: آیت اللہ فقیہ ایمانی

ہم اصفہان سے امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے آرہے تھے، ایک شخص جو ہمارا ہمسفر تھا، جب اسے معلوم ہوا کہ ہم امام رضا علیہ السلام کے زائر ہیں تو ہم سے گھل مل گیا لیکن حالات اور ساواک"کا علماء سے سخت رویہ کی وجہ سے ہم ان کے بارے میں مطمئن نہ تھے، جب ہم تہران پہنچے تو انہوں نے بڑے اصرار کے ساتھ اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا، ہم قبول نہ کرتے، لیکن انہوں نے اتنا اصرار کیا کہ ہم قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔

شاندار گھر تھا اور بہت اچھے انداز میں ہماری خدمت کی، رات ہم نے وہیں بسر کی، وہ سمجھ گئے تھے کہ ہم ان کی نسبت بد ظن ہیں، اس شک کو دور کرنے کے لئے ہمیں اپنے گھر دعوت دینے کی وجہ بتائی۔

ابتدا میں کہا: یقیناً آپ سوچ رہے ہونگے کہ اس شخص نے بغیر کسی

۱۱۔ سابقہ ایرانی خفیہ ادارہ

واقفیت کے، ہمیں کیوں اپنے گھر دعوت دی؟ یہ گھرامام رضا علیہ السلام کا ہے، جوکچھ میرے پاس ہے وہ ساراامام رضاعلیہ السلام کا ہے، یہ دوآنکھیں جن سے آپ کو دیکھ رہا ہوں، مولا کی عنایت ہے اور آپ ان کے زائر ہیں، یہ جو خدمت آپ کی میں انجام دے رہا ہوں ، امام رضا علیہ السلام کے لئے ہے،آپ پر کوئی احسان نہیں ہے۔

اب مجھے دلچسپی پیدا ہوئی اور مزید جاننا چاہا تو وہ بولے: جب میں چھوٹا تھا تو میرے والد کا انتقال ہو گیا اور مجبوری کی بناء پر میری ماں نے دوسری شادی کرلی، سوتیلے باپ مجھ سے بہت بداخلاقی اور سخت رویہ سے پیش آتے تھے، سختیاں اور بداخلاقی اس حدتک بڑھ گئیں کہ برداشت سے باہر ہو گئیں اور میں نے گھر سے بھاگنے کا فیصلہ کیااور بیابان کی سمت نکل پڑا، رات ہوئی اور کوئی پناہ لینے کی جگہ نہیں ملی، تنہائی، غربت، بھوک، پیاس، خوفزدہ اور لرزتے ہوئے ۔۔۔ مجھے اپنی ماں کا امام رضاعلیہ السلام سے متوسل ہونا یادآیا اور میں بھی امام رضاعلیہ السلام سے متوسل ہوا، میں نے عرض کیا: مولا ! میں یتیم ہوں، میرا باپ نہیں ہے جو میری فریاد سنے،آپ جو رؤف اور مہربان امام ہیں؛ میری فریاد رسی کریں، میں بار بار یہ جملے دھرا رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک گاڑی دیکھی جو تقریبا مجھ سے سو میٹر کے فاصلے پر رکی، ڈرائیور گاڑی سے اتر کر میری

طرف آیا اور پوچھا: تم کون ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: میرے لئے کوئی جگہ نہیں ہے مجھے نہیں معلوم میں کہاں جا رہا ہوں؟ وہ بولا: میں نے اچانک ایک ندا سنی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اور اس بچہ کو اپنے گھر لے آؤ، وہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور بہت ہی احترام اور مہربانی سے پیش آئے اور مسلسل یہی کہتے تھے کہ تمہارے بارے میں تو امام رضا علیہ السلام نے سفارش کی ہے، وہ دن کو مجھے اپنے ساتھ دکان لے جاتے اور ایک باپ کی طرح مجھ سے شفقت کرتے تھے۔

کافی سال گذر گئے، شادی کرنے کی عمر ہوئی تو میری شادی کرادی، میرے لئے گھر خریدا، بہت سارا سرمایہ دیا اور میں سمجھتا ہوں یہ مال و دولت، اسی طرح بیوی اور یہ زندگی سب کچھ امام رضا علیہ السلام کی دی ہوئی بخشش ہے میرا ذاتی کچھ بھی نہیں ہے

ہم نے ان سے آنکھوں کی داستان سنانے کی درخواست کی تو کہنے لگے: فردوس شہر کے زلزلہ کے بعد، ہم تہران کے بعض مخیّر افراد کے ساتھ مکانات بنانے کے لئے وہاں گئے، کام کے دوران چونے پر پانی ڈالتے ہوئے نہ معلوم کیا ہوا؛ اچانک چونا میرے چہرے پر گرا اور کچھ میری آنکھوں میں چلا گیا اسطرح میری دونوں آنکھیں بینائی سے محروم ہو گئیں۔

تہران میں بہت سے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کے پاس گیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوااور آخر میں ماہرین نے کہا: بینائی کی کوئی امید نہیں ہے۔

میں نے اپنی فیملی سے کہا: اب مجھے کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں بلکہ صرف مشہد میں امام رضا علیہ السلام کے پاس لے جائیں۔

مشہد میں امام رضا علیہ السلام کے حرم میں فولادی ضریح کو پکڑ کے مولا سے متوسل ہو کر میں نے کہا: مولا! مجھ پر بچپن سے آپ کی نظر عنایت ہے، مال وثروت، عزت وآبرو، بیوی بچے سب کچھ آپ کا عطا کردہ ہے، اب نابینا ہو گیا وہ بھی خلق خدا کی خدمت کرتے ہوئے، مجھ پر یہ عنایت بھی کیجئے کہ بینائی پلٹا دیجئے، اتنا منقلب ہوا کہ میں بیہوش ہو گیا، حالت بے ہوشی میں امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اٹھو۔۔۔ میں نے عرض کیا: مولا! میں کچھ دیکھ نہیں سکتا، فرمایا: میں کہتا ہوں اٹھو! میں نے اپنے آپ کو ذرا حرکت دیا اور اٹھا تو متوجہ ہوا کہ میں سب کچھ دیکھ سکتا ہوں، اس طرح میری کل متاع زندگی حتی میری آنکھیں بھی، امام رضا علیہ السلام کا فیض برکت ہیں۔

راوی: آیت اللہ مروارید

میں نے اپنی آنکھوں سے حرم مطہر میں ایک بیمار کو شفا پاتے ہوئے دیکھا ہے، اس شخص کو جو کہ ترک تھا میں زیادہ نہیں جانتا تھا، ایک دیندار شخص تھا اور آنکھوں میں آب مروارید (موتیابند) ہونے کی وجہ سے بینائی چلی گئی تھی۔

اس زمانے میں ڈاکٹر موتیا کا آپریشن نہیں کرتے تھے، جتنا بھی علاج کیا کوئی فائدہ نہیں ہوا، وہ کوئی کام بھی نہیں کرسکتے تھے اور زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی تھی، دوسری طرف اسلئے کہ وہ ایک جانے پہچانے شخص تھے، بھیگ بھی نہیں مانگ سکتے تھے، البتہ شفا کی طلب کے لئے حرم بہت جاتے تھے۔

ایک دن جب میں بھی حرم میں مشرف ہوا تھا تو ان کو دیکھا کہ امام علیہ السلام سے شفا طلب کر رہے ہیں، نہیں معلوم اچانک بیہوش ہوئے یا جان بوجھ کر سر کو ضریح پر مارا اور زمین پر گر گئے، جب لوگوں نے انہیں اٹھایا تو میں

نے دیکھا وہ عصا کا سہارا لئے بغیر حرم سے باہر چلے گئے اور آخر عمر تک ان کی آنکھوں میں بینائی باقی رہی۔

راوی: کرنل (پاسدار)

پائلیٹ غلام رضا قاسمی

سال ۱۳۸۰، اسفند مہینے کی پانچویں تاریخ بروز اتوار، فلائٹ نمبر ۳۲۰، جہاز ۷۶ ایلیوشن کے ذریعہ، تمام ٹیکنکل چیکنگ کے بعد ہم ۲۳۰ زائرین سمیت مشہد مقدس سے تہران کی طرف پرواز کرنے لگے۔

جہاز کی چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں سے امام رضا علیہ السلام کے سنہری گنبد کی طرف سب کی آخری نگاہیں سلام وارادت کے ساتھ نثار ہو رہیں تھیں، جہاز ٹیک آف کرکے تقریبا پانچ منٹ کے بعد، کیپٹین کے معاون اور انجینئر کی جانب سے فائنل چکینگ اور ہر قسم کے سسٹم کا صحیح ہونے کی تصدیق ہوچکی تھی۔

ائیرپورٹ سے ۸۰ کیلومیٹر دور، ۲۴ ہزار فٹ کی بلندی پر، ہم نے معمول کے مطابق اپنی پوزیشن کنٹرول ٹاور کو بتادی، اچانک جہاز کا سسٹم خود بخود،

پائلیٹ کے کنٹرول سے نکل گیا اور جہاز نے دائیں جانب مڑنا شروع کر دیا، کنٹرول سسٹم کی طرف سے ہدایت ملی کہ چوتھے انجن کو چیک کیا جائے ! فلائٹ انجینئر نے چیک کرنے کے بعد کہا: چوتھے انجن میں آگ لگی ہے۔

ہم نے اپنے عملہ سے کہا: بہت ہوشیاری سے اپنی ڈیوٹی انجام دیں کنٹرول ٹاور اور مسافروں کو بتادیا کہ مشکل پیش آنے کی وجہ سے ہم واپس مشہد ائیرپورٹ کی طرف جارہے ہیں ۔ فلائٹ انجینئر جب آگ بجھانے کی کوشش کررہے تھے تو معاون پائلیٹ نے بتایا کہ جہاز کے دائیں پر میں بھی آگ لگی ہے۔

میں نے دوبارہ ان سے کہا کہ پریشان نہ ہوں اپنی ڈیوٹی انجام دے دیں ، صورتحال قابو میں تھی، لیکن کچھ لمحوں کے بعد معاون پائلیٹ نے بتایا کہ چوتھا انجن ناکارہ ہوگیا ہےاوراتنے میں ایک خوفناک آواز اور سخت جھٹکے کے ساتھ جہاز دائیں طرف گھومنے لگااور انجن جہاز سے الگ ہو کر جہاز سے جدا ہو گیا۔

اب سارے مسافروں کو خطرے کااحساس ہو چکا تھا، دعا، تضرع، فریاد اور التماس کے لئے سب کے ہاتھ بلند ہو چکے تھے دل کی دھڑکنیں تیز ہوچکیں تھیں،سب کی نگاہیں ضامن آہو اور بے پناہوں کے پناہ گاہ کی طرف تھیں،مسافروں کی استغاثہ کی حدیہ تھی کہ انہیں موت و زندگی کی

کشمکش،آسمان اور زمین کے درمیان فضا میں پیش آئی ہو کہ جہاں پر کوئی بھی مادّی طاقت کام آنے والی نہیں، ہم سب کی امیدیں امام رضا علیہ السلام سے تھیں، ہم زائرین کو مقصد تک پہنچانے کے ذمہ دار تھے لہٰذا غیبی طور پر ہمارے ہوش و حواس بجا تھے۔ وہ ۲۰ منٹ ہمارے لئے کئی سال کے برابر تھے، ہم مشہد سے نزدیک ہوگئے تھے، مشہد ایئرپورٹ کے کنٹرول ٹاور کا جو افسر ہمارے ساتھ رابطے میں تھا انہوں نے بتایا کہ جہاز کے دائیں طرف کے پر کی آگ کے شعلے دیکھائی دے رہے ہیں لیکن ذہنی توازن کو برقرار رکھنے اور اطمینان سے جہاز اڑانے کے خاطر ہمیں مطلع نہیں کیا۔

اچانک ایک حیرتناک حادثہ پیش آیا، ہم گہرے بادلوں میں داخل ہوئے،امام رضا علیہ السلام کی عنایت سے میرے ذہن میں آیا کہ فلائٹ انجینئر کو ہدایت دوں کہ معمول کی طرح غیر منجمد سسٹم کوآن نہ کرے، جن بادلوں نے ہمیں گھیر لیا ہے، بے شک یہ امام رضا علیہ السلام کی عنایت ہے اور اس نے آگ کو کم کر دیا ہے اور جیسے ہی بادل کے جھرمٹ سے نکلے، ہمیں امام رضا علیہ السلام کے حرم کا سنہری گنبد دکھائی دینے لگا،

تقریبا ہم ائیرپورٹ کے قریب پہنچ چکے تھے،اس وقت مجھے کسی بھی چیز کی فکر نہیں تھی، صرف امام رضا علیہ السلام سے میں نے یہی عرض کیا: ای آقا و مولا! یہ سب آپ کے زائر ہیں، میری مدد کیجئے تا کہ میں انہیں صحیح اور سالم

زمین پر اتار سکوں۔

اگر چہ بادل سے باہر نکلنے کے بعد دوبارہ آگ میں تیزی آئی، مگر امام علیہ السلام کی عنایت کی وجہ سے وہ جہاز جو زیادہ سے زیادہ صرف ۶ منٹ تک پرواز کر سکتا ہے اسنے ۲۰ منٹ تک پٹرول کا ذخیرہ لئے شعلوں کے ساتھ پرواز کیا، لینڈ ینگ کے دوران، دوسرا انجن اور جہاز کے ٹائر کے پھٹنے کی وجہ سے توازن بھی برقرار نہ رہا اور اترنے کے بعد بھی ۱۶ منٹ تک جلتا رہا، لیکن پھر بھی تمام دیکھنے والوں، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا اور التماس کرنے والوں، فائر بریگیڈ، ایمبولینس وغیرہ کے سامنے آگ اور دھویں کے درمیان سے تمام مسافر اور جہاز کا عملہ صحیح اور سالم جہاز سے باہر نکل آئے۔

اہم بات تو یہ ہے کہ انقلاب اسلامی ایران سے پہلے اس طرح کے ایک امریکی جہاز میں اڑنے سے پہلے زمین پر آگ لگی جس سے پائلیٹ، عملہ اور تمام ۹۹ مسافر زندہ آگ میں جل گئے۔

اس حادثہ کے بارے میں پورے فضائی ماہرین تحقیق کرلیں تو تمام مسافر اور فلائٹ ٹیم کی نجات کا سبب، امام رضا علیہ السلام کی عنایت کے علاوہ اور کچھ نہیں پا ئینگے۔

(سورس: اخبار قدس کے رپورٹر کاانٹرویو)

روای: آقای علی سعیدی

میری والدہ کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے میرے والد کی دو بیویوں کا انتقال ہوچکا تھا جن سے پروردگار نے انہیں تین بیٹیاں عنایت کی تھی لیکن کوئی بیٹا نہیں تھا، اس وجہ سے بہت پریشان اور غمگین رہتے تھے، لٰہذا انہوں نے امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا قصد کیا تاکہ امام رؤف سے بیٹے کی درخواست کریں۔

اسی نیت سے مشہد اور حرم میں مشرف ہونے کے بعد، بالائے سر مسجد میں دو رکعت نماز حاجت ادا کی اور اس کے بعد حضرت کی طرف رخ کرکے حاجت طلب کی، اسی دوران ایک شخص نے انہیں سرخ پھول کی ایک کلی دی، میرے والد پھول کی خوشبو سونگھی اور جب پھول دینے والے کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو وہاں کوئی نظر نہیں آتا۔

اس عنایت کے ایک سال سے کم مدت میں، میرے شہید بھائی محمد رضا

سعیدی متولد ہوئے اور چند سال کے بعد جب وہ شاہ کی جیل میں شہید ہو گئے
تو سرخ پھول ہدیہ پانے کا راز سمجھ میں آگیا۔

راوی: آیت اللہ وحید خراسانی

آیت اللہ شیخ حبیب اللہ گلپایگانی، مشہد کے معروف اور متقی علماء میں سے تھے، جب کوئی بیمار شخص ان کے پاس جاتا تو آقای گلپایگانی اپنے ہاتھ کو درد کی جگہ پر رکھ کر سورہ حمد پڑھتے تھے تو بیمار کو شفا مل جاتی تھی۔

ایک دن میں نے ان کے ہاتھ میں شفا ہونے کی حکمت کو پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: ایک دفعہ میں بیمار ہو کر بیماری کی شدت کی وجہ سے مجبوراً امام رضا علیہ السلام ہسپتال میں ایڈمٹ ہوا، عبادت اور تہجد رہ جانے کی وجہ سے میں بہت ناخوش تھا، بیماری بہت طولانی ہو گئی، ایک دن جب میں بہت پریشان تھا، ہسپتال سے، امام رؤف علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کیا اور گلہ مندانہ عرض کیا: اے امام عزیز! چالیس سال تک میں پہلا شخص تھا جو سحر کے وقت حرم کے دروازے کھلتے ہی سب سے پہلے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا تھا، اب آپ کی باری ہے کہ میری مدد کریں اور ہسپتال کے

اس کونے میں میری تیمارداری فرمائیں۔

ان باتوں کو کہنے کے بعد، میری حالت منقلب ہو گئی، اچانک فضا بدل گئی، میں نے دیکھا کہ امام رضا علیہ السلام ایک پھولوں کے باغ میں ایک تخت پر تشریف فرما ہیں اور میں تخت کے کنارے پر ہوں، امام علیہ السلام نے کچھ فرمائے بغیر باغ سے پھولوں کا ایک گلدستہ چن کر مجھے مرحمت فرمایا اور اچانک وہ حالت بدل گئی اور میں نے دیکھا کہ میں ہسپتال میں ہوں ، لیکن پھولوں کی خوشبو کو میں احساس کر رہا تھا اور اپنے ہاتھ کو بدن کے جس جگہ پر بھی درد تھا رکھ دیتا، تو درد ختم ہو جاتا تھا اور اس طرح امام کی عنایت سے میرے ہاتھوں میں شفا کی تاثیر آ گئی اور امام نے میرے ان ہاتھوں کو دوسروں کے لئے شفا کا وسیلہ بنایا۔

راوی: آیت اللہ معصومی

شدید مشکلات کے سال تھے ، طلاب مالی اعتبار سے سخت تنگدستی میں مبتلا تھے، حوزوی مدارس کی طرف حکومت کی کوئی توجہ نہیں تھی، بلکہ ان کے مخالف تھی ، تعلیم کے لئے آج کی طرح سہولیات فراہم نہیں تھیں، بہت سارے طالب علم انہی سہولیات کے نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم کو خیر باد کہہ گئے۔

میں نے بھی ایک مدت تک مشہد مقدس میں تعلیم حاصل کی تھی، لیکن مزید حصول علم کے لئے عراق میں نجف اشرف جانے کی ضرورت تھی۔

لیکن وسائل فراہم نہ تھے! وسائل ہوتے تب بھی بہت ساری دوسری رکاوٹیں تھیں جن کا سامنا کرنا تھا جبکہ نجف جانے کی ضرورت کا بھی مجھے احساس تھا، دو ہی راستے میرے سامنے تھے یا تعلیم کے حصول کو خیر باد کہوں یا نجف چلا جاؤں ، بہت سوچا، مگر کوئی فیصلہ نہ کر سکا، صرف اتنا ذہن میں آیا،

کہ امام رضا علیہ السلام کے حرم مطہر میں مشرف ہو جاؤں اور اس مشکل کی کوئی راہ حل کے لئے امام رؤف علیہ السلام سے درخواست کروں، اسی نیت کے ساتھ میں حرم گیا زیارت کی، دو رکعت نماز زیارت بجالایا، مشکل کو امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا! میری حالت میں تبدیلی آئی اور کام کو امام علیہ السلام پر چھوڑ دیا، بہت ہی کم مدت میں میرے لئے عراق، حوزہ علمیہ نجف اشرف میں ۱۴سالہ سفر کے اسباب فراہم ہوگئے۔

اگر امام رضا علیہ السلام کی یہ عنایت نہ ہوتی تو نجف اشرف جانے کی تو دور کی بات ہے، قم بھی جانا اس زمانے میں میرے لئے محال تھا۔

راوی: حجت الاسلام قرائتی

میں شادی کے فورا بعد اپنی زوجہ کے ہمراہ مشہدالرضا کے لئے عازم ہوا تاکہ زندگی کے ابتدائی دنوں کو اس مقدس شہر میں گزاریں، مشہد میں بہت رش تھا، رہائش کے لئے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی، چند گھنٹے ادھر ادھر ڈھونڈنے کے بعد امام رضا علیہ السلام سے متوسل ہوا، عرض کیا: مولا! ایک کمرے کا انتظام فرمائیں، میرا یہ کہنا ہی تھا میں اسی مسافرخانہ پر پہنچا جہاں ایک گھنٹہ پہلے پہنچا تھا، مسافرخانہ کے مالک نے مجھے دیکھتے ہی کہا: ابھی تک کمرے کی تلاش میں ہو؟ میں نے کہا: ہاں، فورا ایک کمرے کی چابی مجھے دے دی۔

مجھے اس وقت تک سفر کا اتنا تجربہ نہیں تھا، شروع کے دنوں میں، میں نے بغیر سوچے سمجھے پیسوں کو خرچ کردیا اور ایک دن میں متوجہ ہوا، کہ روٹی لینے کے بھی پیسہ میرے پاس نہیں ہے، جیب میں ہاتھ ڈالا تو کچھ بھی

نہیں تھا، جاکر روٹی کی لائن میں کھڑا ہوگیا، تاکہ ادھار کے طور پر روٹی لے لوں، پھر میں نے اپنے آپ سے کہا: اگر میری باری آئی اور روٹی والے نے روٹی نہ دیا تو کیا ہوگا؟ میں لائن سے نکلا اور یہ بات ذہن میں آئی کہ ایک " سجادہ نماز" میرے پاس ہے مسافر خانہ سے اسے اٹھا کر بیچ دوں گا۔

مسافر خانے میں جاکر، میں نے آرام سے سجادہ اٹھایا اور نکل ہی رہا تھا کہ میری زوجہ متوجہ ہوئی، کہا: سجادہ کہاں لے جارہے ہو؟ مجھے کچھ کہنے کو شرم آئی، میں نے کہا: کچھ نہیں! سجادہ کو وہیں پر رکھ کر مسافر خانہ سے باہر نکلا، اور میں نے اپنے آپ سے کہا: کہ میں حرم میں جاؤں گا، زائرین کے لئے زیارت پڑھوں گا، اس طرح چند لوگ ضرور مجھے پیسے دے دینگے، اسی نیت کے ساتھ میں حرم گیا اور جس سے بھی کہتا کہ آپ کے لئے میں زیارت پڑھوں؟ کسی نے قبول نہیں کیا۔

میرے پاس لکڑی کی ایک اچھی تسبیح تھی، ذہن میں یہ بات آئی کہ اس تسبیح کو جو بھی قیمت ملے بیچ دوں، جس کسی کے بھی سامنے پیش کیا تو وہ کہتا تھا: نہیں چاہیے، اس کے بعد میں بے بس ہو کر رہ گیا۔

امام علیہ السلام کی ضریح کی طرف رخ کرکے عرض کیا: مولا! برا نوکر بھی تو نوکر ہے، دل ٹوٹ گیا، اور غم سے لبریز، حوصلہ پست، پریشانی کے عالم میں

حرم سے باہر نکلا اور مسجد گوہر شاد میں جب داخل ہوا تو بلا فاصلہ ایک جاننے والے سے ملاقات ہوئی، اس نے کسی تمہید کے بغیر کہا: قرائتی ! تمہیں پیسے نہیں چاہیے ؟ میں آج قم جارہاہوں ، میرے پاس اضافی کچھ پیسے ہیں ، میں یکدم حیران رہ گیا، امام علیہ السلام کی طرف رخ کرکے عرض کیا: مولا ! ابتداہی میں مجھے آپ کے پاس آنا چاہیے تھا، مولا ! مجھے معاف فرمائیں، شروع میں نے بے ادبی کی اور آپ کی عنایت کی طرف توجہ نہیں کیا۔

راوی: حجت الاسلام غرویان

(نیشابور شہر کے امام جمعہ)

آیت اللہ حائری (حوزہ علمیہ قم کے مؤسس) کے فرزند، حجت الاسلام حائری زیارت کے لئے مشہد وارد ہوئے اور مشہد میں دس دن ٹھرنے کا قصد کیا لیکن ایک اتفاق ایسا پیش آیا کہ تمام رقم جو ساتھ لائے تھے خرچ ہو گئی۔

ان کی پریشان حالت دیکھ کر، بیوی نے پریشانی کی وجہ دریافت کی تو بولے: سفر کے اخراجات کے لئے جو کچھ ہمراہ تھا ختم ہو گیا ہے، حتی کہ قم واپس جانے کے لئے بھی کوڑی نہیں ہیں اور مجھے شرم آتی ہے کہ یہ بات کسی سے بیان کروں اور قرض مانگوں

بیوی نے کہا: آپ پریشان نہ ہوں، میری چوڑیاں بازار لے جا کر فروخت کریں تاکہ واپسی کے اخراجات نکل آئیں۔ آقای حائری کہتے ہیں بدرجہ مجبوری چوڑیاں فروخت کردیں جب میں حرم مشرف ہوا تو زیارت کے بعد

امام رضا علیہ السلام سے اپنی کیفیت بیان کی، دل شکستہ حرم سے باہر نکلا، گھر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک دوست سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا: فلان عالم دین عراق سے آئے ہیں اور آیت اللہ میلانی کے گھر قیام ہے

۔

ان سے ملاقات کرنے کی خواہش مجھے تھی، لیکن یہ ملاقات ہو نہیں پا رہی تھی، میں نے کہا: اچھا ہے فوراجا کر ملاقات کرتا ہوں۔

آیت اللہ میلانی کے گھر گیا، تو وہ موجود نہیں تھے، میں نے پوچھا تو معلوم ہوا وہ بیمار ہیں اور دوسرے کمرے میں آرام فرما رہے ہیں، میں واپس جانے کے لئے اٹھا تو آیت اللہ میلانی کے فرزند نے کہا: اگر آپ بابا سے ملاقات کریں تو وہ خوشحال ہوں گے اور مجھے ان کے کمرے میں لے گئے۔ آیت اللہ میلانی نے لطف فرمایا اور اور بیٹھ گئے، احوال پرسی کی، خوشحال ہوئے، باتوں باتوں میں سوال کیا: کہ قم کب واپس جارہے ہیں؟ میں نے کہا: انشاء اللہ دوپہر کے بعد، چونکہ وہ بیمار تھے، میں زیادہ زحمت دینا نہیں چاہتا تھا اس لئے کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر میں جلدی گھر واپس چلا آیا۔

دوپہر کو جب ہم ٹرین میں سوار ہو رہے تھے، تو ہم سے خدا حافظی کے لئے آیت اللہ میلانی کے فرزند وہاں تشریف لے آئے اور مجھے ایک لفافہ دے دیا،

میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگے: کچھ رقم ہے، کتنی؟ مجھے علم نہیں ہے۔

ٹرین میں جب لفافہ کھولا تو اتنی ہی رقم اس میں تھی، جتنی کہ میں نے اپنی بیوی کی چوڑیوں کو فروخت کرکے حاصل کی تھی۔

راوی: حجت الاسلام علم الہدی

ہمارے بچوں میں سب سے پہلی اولاد بیٹی تھی، جس سے ہمیں بہت پیار تھا ۔ ڈیڑھ سال کی تھی کہ وہ بیمار ہو گئی،اس وقت میں قم میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، تین دن بخار چڑھنے کے بعد تشنج ہوااوراس کے بعد مفلوج ہو گئی۔

علاج کے لئے تمام مشہور ڈاکٹروں کے پاس گئے، لیکن کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوا، اسی حالت ہم بچی کو لے کر مشہد آئے، مشہد میں بھی اس وقت کے تمام ہسپتالوں میں لے گئے، مگر کوئی علاج نہیں کر سکا، آخری بات یہی کہتے تھے، کہ آپ بچی کوعلاج کے لئے بیرون ملک لے جائیں، شاید وہاں علاج ہو جائے۔

میری مالی حیثیت ایسی نہ تھی کہ مفلوج بچی کو ملک سے باہر علاج کے لئے لے جاسکوں۔

ہم ہر جگہ سے مایوس اور ناامید ہو چکے تھے اور تنہا پناہ گاہ، حضرت امام رضا

علیہ السلام تھے، جمعہ یا ہفتہ کی رات (مجھے صحیح طرح یاد نہیں ہے) بچی کو اٹھا کر ہم حرم آئے، اور بالائے سر طلوع فجر تک توسل کرتے رہے، کہ اچانک میری بیوی نے آواز دی؛ میں امام علیہ السلام کو ضریح کے اوپر دیکھا کہ ہماری بچی کی طرف دیکھ رہے تھے، میں نے دیکھا کہ بچی اپنے پاؤں ہلا رہی ہے، خوشحالی کے ساتھ ہم بچی کو اٹھا کر حرم سے باہر نکلے۔

اگلے دن جب میں بچی کو لے کر مشہد کے ایک مشہور ڈاکٹر کے پاس گیا، چیک اپ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے کہا: بچی کے پاؤں بالکل طبیعی حالت میں ہیں۔

یہ صرف امام علیہ السلام کی عنایت تھی ورنہ بچی تا آخر عمر مفلوج رہ جاتی اب الحمد للہ بالکل صحیح اور سالم ایک عالم دین کی زوجہ ہیں اور قم میں رہتی ہیں۔

راوی: خانم زہرہ کریمی

میرا نام پہلے توران رحیم پور تھا، اصفہان میں ایک یہودی خاندان میں میری پیدائش ہوئی، اصفہان میں ہمارا گھر، موسویان نام کی ایک مسجد کے نزدیک تھا، جس میں محرم کے مہینہ میں بہت ہی شاندار طریقے سے، حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے لئے مجالس عزاداری بر گزار ہوتی تھیں۔

بچپن سے ہی، میں عزاداری سے متاثر تھی، اسی لئے واقعہ عاشور کے بارے میں بہت زیادہ سوالات پوچھا کرتی تھی اور آخر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی عنایت سے میں اسلام کی طرف مائل ہوئی اور والدین کی نظروں سے دور، اصفہان کے ایک عالم دین کے حضور، میں مسلمان ہوئی۔

جب میرے خاندان کو معلوم ہوا، میرے والد اپنے دین کی نسبت بہت ہی متعصب تھے، مجھے اسلام سے منحرف کرنے کے لئے بہت کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہوئے۔

مجھے اپنے گھر سے نکال دیا اور تک و تنہا چھوڑ دیا، میں نے تنہائی اور بے سہارا ہونے کی وجہ سے ایک مسلمان، مگر عمر کے لحاظ سے اپنے سے کافی بڑے سے شادی کرلی ، میں نے بغیر کسی تحقیق کے شادی کی تھی، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ دینی امور کے پابند نہیں ہیں ، نماز روزہ نام کی کسی چیز سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، اس مسئلہ نے مجھے بہت پریشان کیا اور چند سال مشترکہ زندگی اور دو بچے ہونے کے بعد، مجھے پتہ چلا کہ وہ بہائی مذہب رکھنے والا ہے۔

میں نے طلاق لینے کا فیصلہ کیا اور کافی مشکلات کے بعد طلاق ملی ، اس کے بعد میں اصفہان میں نہیں رہ سکتی تھی لہذا اپنے دونوں بچوں سمیت تہران آئی ، تہران میں کافی مشکلات درپیش تھیں ، زندگی کے اخراجات کے لئے کسی کام کا بندوبست کیا ، ایک (مہد کودک) کنڈرگارٹن میں مربی کے طور پر کام کرنے لگی اور زندگی اسی کام کی آمدنی سے چلاتی رہی، بڑی سخت زندگی تھی، ہزاروں اخراجات، گھر کا کرایہ و۔۔۔

میرے والد مالی اعتبار سے بہت امیر تھے، میرے تہران آنے کی خبر اور میری پریشان حالت کے بارے میں سن کر تہران آئے اور مجھ سے کہا : اگر تم نے اسلام سے ہاتھ اٹھالیا تو میں تمہیں بیس میلیون تومان دے دوں گا، کہ تم اسرائیل جاکر مزید تعلیم حاصل کرسکو، میں نے قبول نہیں کیا تو انہوں

نے ایک زور دار طمانچہ مارا اور چلے گئے۔

اگرچہ میری زندگی سختی میں گزر رہی تھی، مگر اس لئے کہ میں اسلام پر ثابت قدم تھی، ایک خاص اطمینان کی حالت مجھ میں تھی۔

ایک دن میرا ایک بچہ گھر سے باہر کھیلتے ہوئے گلی میں کھڑی ایک بس کے دروازے کے درمیان ہاتھ رکھتا ہے بس کے ڈرائیور گاڑی کی صفائی کررہے تھے، جب دروازے کو بند کردیتے ہیں تو میرے بچے کا ہاتھ گاڑی کے دروازے کے درمیان پھنس جاتا ہے، انگلیاں کٹ جاتی ہیں اور انگلیاں ہاتھ سے الگ ہو کر صرف ایک ہلکی سی کھال سے لٹک کر رہ جاتی ہیں۔

ڈرائیور نے گھر کے دروازہ پر دستک دے کر مجھ سے آئیڈین مانگی تو میرے دل میں یہ بات آئی، شاید میرے بچہ کو کچھ ہوا ہے! میں بچے کے پاس گئی، پڑوسیوں کی مدد سے میں نے فورا بچہ کو ہسپتال پہنچادیا، وہاں اس کی انگلیوں کو جوڑا گیا لیکن پیوند نہ لگا اور تین مہینے کے بعد دیکھا تو بچے کا ہاتھ زخمی ہے اور پرانا زخم کلائی تک سرایت کرگیا

اس کے بعد میں بچے کو جس سرجن اور اسپیشلسٹ کے پاس بھی لے گئی، انہوں نے کہا: اس کے ہاتھ کو کہنی سے کاٹنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے، میں نے کہا: اگر بیرون ملک لے جاؤں تو علاج ممکن ہے؟ کہا: ہم تو ہاتھ

کاٹنے کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں کر سکتے، بیرون ملک شاید علاج ہو جائے۔

میرے پاس بچے کو علاج کے لئے بیرون ملک بھیجنے کے پیسے نہیں تھے دوسری طرف اس وقت اسرائیلی ڈاکٹروں کی بہت تعریف کی جاتی تھی۔ مجبوری کی بناپر گھر کے تمام وسائل بیچ دیئے اور قرضہ لے کر بچے کے ساتھ مقبوضہ فلسطین چلی گئی۔

وہاں پر (پاداسای) نامی ایک ہسپتال میں اسے داخل کر دیا گیا۔

اگلے روز ایک پروفیسر نے بچے کا چیک اپ کیا اور کہا: تین مہینے لیٹ لائے ہو! اب ہم کچھ نہیں کر سکتے، ہاتھ کو کہنی سے کاٹنا ضروری ہے۔ میری سخت پریشانی کو دیکھ کر کہا: معاشرے میں بہت سے لوگ ہیں جن کے ہاتھ پاؤں نہیں ہیں، لیکن زندگی کررہے ہیں، آپ کا بچہ بھی انہی میں سے ایک، اجازت دیں؛ بچے کا ہاتھ کاٹ دیں، جلد اچھا ہو جائے گا، مجبور ہو کر رضایت دے دی، اگلے روز یعنی پیر کے دن ہاتھ کاٹنے کے لئے آپریشن کی تیاریاں ہونے لگیں، مجھے اب کسی بھی چیز کے بارے میں کوئی ہوش نہ تھا، پیر کی رات سخت پریشانی کی حالت میں چند لمحوں کے لئے نیند آئی۔

عالم رؤیا میں، میں نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھا، ان کی دامن کو پکڑ کر روتی ہوئی میں نے عرض کیا: اے میری شاہزادی! یہ میرے بچے کا

ہاتھ کاٹنا چاہتے ہیں ، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا اور فرمایا : پریشان نہ ہو ، میری اولاد میں سے ایک، تمہارے ملک ایران میں ہے ، وہاں چلی جاو، یہاں کیوں آئی ہو ؟! مطمئن رہو تمہارے بچے کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی ۔

میں نیند سے جاگ اٹھی؛ ٹائم دیکھا تو رات کے ڈھائی بج رہے تھے، میں فوراانچارج نرسسز کے کمرے میں گئی اور کہا: میں اپنے بچے کا ہاتھ کٹوانا نہیں چاہتی ،اس نے غصے کی حالت میں کہا: اس وقت جا کر سو جاؤ ! اور صبح ڈاکٹر سے بات کرو ، رات بھر مجھے نیند نہیں آئی ، صبح سویرے میں نے آپریشن کر نے والے ڈاکٹر کے پاس جا کر کہا: میں بچے کے ہاتھ کا آپریشن کرانا نہیں چاہتی اسے فارغ کر دیں میں ایران واپس جانا چاہتی ہوں ۔

ڈاکٹر نے ابتدا میں نرم مزاجی سے بات کی، لیکن جب مجھے اپنے ارادے میں مصمم دیکھا تو میری توہین کرتے ہوئے کہا: تم پاگل ہو! احمق ہو! اس طرح تو اپنے بچے کو کھودوگی ۔۔۔پھر ایک کاغذ کو میرے سامنے رکھ کر کہا : ایک رضایت نامہ لکھو اور ہر قسم کی ذمہ داری کو اپنی ذمہ لے لو ، رضایت نامہ لکھ کر دستخط کرکے دے دیا اور بچے کو واپس تہران لے آئی اور پھر دو بچوں کے ہمراہ مشہد آ گئی۔

خیابان طبرسی پر ایک کمرہ کرایہ پر لیا اور صبح ۹ بجے، امام رضا ہسپتال میں، ہڈیوں کے علاج کے وارڈ میں بچہ کو لے گئی، ایک جوان ڈاکٹر وہاں پر تھا، بچے کے ہاتھ کا معائنہ کرکے فورا دوبارہ پٹی باندھی اور توہین آمیز رویہ سے مجھے باہر نکال دیا، میں نے بہت التماس کیا اس کے پاؤں پر سر رکھ دیا، مگر اس نے غضبناک حالت میں چوکیدار کی مدد سے مجھے باہر نکال دیا۔

میں ہسپتال سے باہر نکل کر رو رہی تھی، کہ اتنے میں ایک گاڑی والے نے پوچھا: کیا ماجرا ہے؟ میں نے کہا: میں امام رضا علیہ السلام کے حرم جانا چاہتی ہوں، اس نے مجھے گاڑی پر سوار کیا اور راستے میں پوچھا: یہ کس چیز کی بو ہے؟ میں نے کہا: میرے بچے کے ہاتھ پر زخم ہے، جہاں کہیں بھی لے جاتی ہوں، ہاتھ کاٹنے کے لئے ہی کہتے ہیں۔

وہ ڈرائیور مجھے خیابان طبرسی پر اتار کے چلا گیا، میں نے حرم میں فولادی ضریح کے سامنے پہنچ کر گریہ کرتے ہوئے امام علیہ السلام سے عرض کیا: مولا! مجھے آپ کی والدہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے آپ کے پاس بھیجا ہے، اتنا روئی کہ میں بے حال ہو گئی، جب میں ہوش میں آئی، دیکھتی ہوں کہ میرے بچے رو رہے ہیں، ایک خادم وہاں کھڑے تھے، مجھ سے کہا: اٹھو، امام علیہ السلام سے جو چاہتی تھی وہ مل گیا! تقریبا گیارہ بجے کے قریب میں صحن

سے باہر نکلی اور طبرسی پر ایک میڈیکل اسٹور سے بچے کا ہاتھ دھونے کے لئے آکسیجن کا پانی اور پٹی خرید کر مسافر خانے میں گئی، جب بچے کے ہاتھ سے پٹی کو اتارا تو کوئی زخم نظر نہیں آیا، ذہن میں یہ بات آئی، شاید غلطی سے اس ہاتھ کو میں لئے بیٹھی ہوں جو صحیح وسالم تھا، بعد میں متوجہ ہوئی کہ اس کے دوسرے ہاتھ پر تو کوئی پٹیتھی ہی نہیں، اس کے دونوں ہاتھ میری آنکھوں کے سامنے سالم تھے۔

میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی، اتنا کہ میں بھاگ کر روڈ کے بیچ میں گئی چیخنا، چلّانا اور فریاد کرنا شروع کر دیا لوگ میرے ارد گرد جمع ہو گئے ، سوچ رہے تھے کہ میں پاگل ہوں، مجھے ایک دکان میں لے گئے اور وجہ پوچھی !

میں بچے کے ہاتھ چوم کر آنکھوں پر رکھتی تھی، مجھے یقین نہیں آرہا تھا، گویا میں خواب دیکھ رہی تھی ، بعد میں جب میری طبیعت ٹھیک ہو گئی تو میرے بیٹے نے کہا: جب آپ فولادی ضریح کے پاس بے ہوش ہو گئیں تو ایک آقا آئے اور میرے ہاتھ کو پکڑ کر ایک کپڑے میں لپیٹ دیا۔

اس دن سے ہم امام علیہ السلام کے جوار ہی میں ہیں اور ہمیشہ امام علیہ السلام کی عنایات شامل حال رہتی ہیں۔

راوی: آقای سید حسن ہاشمیان

(آٹھویں امام کے اعزازی خادم)

میرے والد نے حج واجب انجام دینے کے لئے نام درج کرایا تھا مگر نام لکھوانے کے بعد ایک سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے اور مسلسل غم اور غصے کا اظہار کرتے تھے کہ میں اس بیماری کی حالت میں کیسے واجب حج کے فرائض انجام دے سکوں گا، میں نے اپنے والد سے وعدہ کیا کہ آپ پریشان نہ ہوں میں خود حج کے کاروان کے ڈاکٹر کے عنوان سے آپ کے ساتھ چلوں گا۔

چند سال بعد میرے والد کا حج پہ جانے کے لئے نام نکلا، میں نے آستان قدس رضوی کے ایک مسوئل کے نام خط لکھا اور درخواست کی کہ مجھے کسی کاروان حج کے لئے ڈاکٹر کے طور پر منظور کرلیں اور اس درخواست کی وجہ بھی تحریر کردی، میں مطمئن تھا کہ وہ قبول کریں گے، لیکن چند دنوں بعد

انہوں نے جواب دیا کہ اس سال یہ ممکن نہیں ہے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور معین تعداد مکمل ہو چکی ہے ۔

اس کے علاوہ جانے کے لئے اور کوئی راستہ نہیں تھا، ایک طرف سے چند سال انتظار کے بعد میرے والد کا نام حج کے لئے نکلا تھا، وہ اکیلے حج پر جانے کے قابل نہیں تھے، دوسری طرف وہ اس بات کو ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں تھے کہ مجھے کاروان کے ڈاکٹر کے طور پر قبول نہیں کیا گیا ! میں نے بہت سوچا مشکل کیسے حل کروں، مگر سب دروازوں کو بند دیکھا، ہر جگہ سے ناامید ہوا بے یار و مددگار اور بیچارہ ہو کر راہ حل یہی ذہن میں آیا کہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں جاؤں اور امام رؤف علیہ السلام سے مدد طلب کروں۔

صبح سویرے زیارت پر جانے کی تیاری کی اور حرم مشرف ہوا ، زیارت کے بعد امام علیہ السلام کی طرف رخ کرکے پشت بقبلہ ہو کر عرض کیا: اے جد بزرگوار ! میں آپ سے شرمندہ ہوں ، میں ابتدا ہی سے آپ کے دروازہ پر نہیں آیا اور اپنی حاجت آپ سے طلب نہیں کی۔

بقول «**مولوی** »[۱۲] کے : " دوبارہ ہم غلط راستے پر ہی گئے " لیکن میں اپنے بیمار والد کو کیا جواب دوں؟ مسلسل گریہ کرتا رہا، میں نے عرض کی : مولا !

۱۲۔ ایرانی مشہور شاعر

آپ جس طرح مصلحت سمجھیں ، میرے ہاتھوں کو پکڑیں اور میری مدد کریں۔

جو کچھ میں نے کہنا تھا اور جہاں تک میری عقل کی رسائی تھی وہ سب میں نے امام علیہ السلام سے عرض کردیا اور حرم سے باہر نکلا ، کہ والد کی احوال پرسی کروں اور گفتگو کے دوران یہ سوچوں کہ اس بات کو کیسے ان کے روبرو بیاں کروں ، میرے والد کا گھر خیابان آزادی پر مسجد حجت کے نزدیک تھا ، ان کے گھر پہنچا، گھنٹی بجائی ، میری بہن نے دروازہ کھولا ، اتنے میں گھر کے اندر فون کی گھنٹی بجی، میری بہن دوڑی اور رسیور اٹھایا اور مجھ سے کہا: آپ سے کام ہے، میں نے رسیور اٹھایا تو میرے ایک تہرانی دوست تھے۔

پوچھا: ڈاکٹر ! تم کہاں ہو؟ تمہارے گھر فون کیا تو وہاں نہیں تھے ؟ میں نے کہا: میں حرم گیا ہوا تھا۔

بتایئے کیا کام ہے؟ وہ بولے : اس سال مکہ نہیں جارہے؟

خدایا! میں کیا سن رہا ہوں ؟ میں نے کہا : کیوں نہیں ! مگر کیسے ؟ میں نے تو مکہ کے لئے نام نہیں درج کرایا ہے ۔

انہوں نے جواب دیا: ڈاکٹر کی ڈیوٹی پر ، مگر آج ہی تہران پہنچنا ضروری ہے۔

میں نے شکریہ ادا کیا، نہیں یاد خوشحال ہو کر میں نے اپنے والد کی احوال پرسی بھی کی یا نہیں، گھر جا کر کاغذات لئے اور سناباد روڈ میں ٹریول ایجنسی جا کر جلدی میں منیجر سے کہا: جناب! مجھے تہران کے لئے ایک ٹکٹ دے دیجئے۔

پوچھا: کس دن کے لئے چاہیے؟ میں نے کہا: آج کے لئے۔

منیجر نے تعجب کے ساتھ میری طرف دیکھ کر کہا: اگلے تین دنوں کے لئے تمام ٹکٹ فروخت ہو چکے ہیں۔

میں نے کہا: جناب! میں اگر آج تہران نہ گیا تو میرا کام نہیں ہوگا۔ وہ بولے: ہم کچھ نہیں کر سکتے،

دوبارہ میرا کام رک گیا، ٹریول ایجنسی کے آفس سے ہی میں نے امام علیہ السلام کی طرف رخ کر کے عرض کیا: مولا! کوئی سبب بنا کر میری مشکل حل فرمائیں، میں دل میں امام علیہ السلام سے متوسل ہو کر دعا کر رہا تھا ٹکٹ بیچنے والے نے کہا: جناب! اپنا وقت ضایع نہ کریں کوئی امکان نہیں، وہ انہی باتوں میں مصروف تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے آ کر ان سے کہا: ضروری کام کی بنا پر آج سفر نہیں کر سکتا، میرا ٹکٹ واپس لے لیں یا پھر کسی اور دن کے لئے بدل دیں۔

ایجنسی والے نے کہا: اپنا ٹکٹ ان صاحب کو دے کر انہی سے پیسے لے لیں۔

اس طرح امام رضا علیہ السلام کی عنایت سے میں اپنے والد کو مکہ لے گیا اور ہر

مرحلے میں ان کی خدمت کی، چند مرتبہ انہیں سخت گرمی لگی، رش کی وجہ سے وہ طواف کرنے پر قادر نہیں تھے تو میں نے سعادت سمجھتے ہوئے اپنی پشت پر اٹھا کر طواف کرایا اور بعض مقامات پر ان کی نیابت میں اعمال انجام دے دیئے۔

امام رضا علیہ السلام نے معجزانہ طور پر ایک ایسی مشکل کو حل کر دیا جو عام طریقوں سے حل ہونے والی نہیں تھی۔

راوی: جناب سلمان رایکو

اٹلی کے ایک نو مسلم (شیعہ)

میں پہلے ایک کیتھولک عیسائی تھا، جوانی کی ابتدا سے ہی عرفانی موضوعات سے دلچسپی رکھتا تھا، کتھولیک کے دینی آداب و رسوم اور مذہبی دعائیں و مناجات نہ تو مجھے قانع کر رہیں تھیں اور نہ ہی میری روح کو لطافت بخشتے تھے۔ اسی لئے میں نے دین اسلام کے بارے میں تحقیق کرنا شروع کردی، اہل سنت کتابوں کا مطالعہ کیا لیکن جس چیز کی مجھے تلاش تھی، ظاہر و باطن میں رابطہ؛ اس کو میں نے ان کتابوں میں نہیں پایا، میں شیعہ مذہب سے اتنا واقف نہیں تھا، اس لئے کہ باہر ممالک میں سنی مسلم زیادہ ہیں، جب میں نے فرانسوی رائٹر مسٹر کربن کی کتابوں کا مطالعہ کیا، جنہوں نے شیعہ مذہب کے عقائد کو اپنی کتابوں میں اجاگر کیا ہے تو میں شیعہ مذہب کا فریفتہ ہوا، اس لئے کہ میری نظروں میں اسلام کی حقیقت ، خاص طور پر حقیقی

عرفان شیعہ عقائد میں نمایاں ہے۔

کافی مطالعہ اور دین اسلام کے بارے میں تحقیق کرنے کے بعد میں نے شیعہ مذہب اختیار کرلیا اور اب چار سال سے حوزہ علمیہ قم میں تعلیم حاصل کررہاہوں۔

مسلمان اور شیعہ ہونے کے بعد خراسان میں امام رضا علیہ السلام کی زیارت کرنے کے لئے ایک سفر کیا، میں نے مشہد میں یہ احساس کیاکہ امام رضا علیہ السلام نے مجھ پر ایک خاص لطف کیا ہے۔

اس کے بعد میں نے اٹلی میں شیعہ عقائد کے لئے کام کرنے کا عزم کرلیا، اور اب تک میں نے اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر، کئی افراد کو اسلام اور شیعہ مذہب کی طرف ہدایت کی ہے۔

میں جب اٹلی میں، اسلام اور شیعہ عقائد کی تبلیغ میں مصروف تھا تو ایک سخت روحانی بیماری میں مبتلا ہوا، جس کا عام طریقوں سے کوئی علاج نہ تھا، میں نے سوچا؛ مشکل کا حل صرف اسی میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام سے متوسل ہوجاؤں؛ میں نے ہر قسم کے عام اسباب اور وسائل سے ناامید ہو کر وہیں سے خراسان میں امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام سے مخاطب ہو کر عرض کیا: مولا! میری مشکل کو حل فرمائیں! میں اٹلی میں آپ کی نوکری

کر رہا ہوں۔

شاید آپ کو یقین نہ آئے! بہت قلیل مدت میں امام رضا علیہ السلام نے میری مشکل کو حل فرمایا اور مجھے رہین منت قرار دے دیا۔

راوی: حجت الاسلام صالحی

(حوزه علمیہ خراسان کے مدرس)

آیت اللہ سید محمد باقر حجت ، مشہد کے بزرگ علماء میں سے تھے انہوں نے امام رضا علیہ السلام کی ایک عنایت یوں نقل کی: جب میں کربلا میں تھا، تو تہران سے ایک کرنل زیارت کے لئے کربلا آئے اور جتنے دن کربلا میں رہے، میری اقتدا میں نماز جماعت پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے رہے اور جب میں نے کربلا سے آکر، مشہد مقدس میں سکونت اختیار کی، وہی سرہنگ ایک خاتون کے ساتھ میرے گھر آئے اور احوال پرسی کے بعد کہا: جناب! یہ خاتون یہودی ہے اور مسلمان ہونا چاہتی ہے۔

میں ان کو اسلامی آداب سکھانے کے لئے آپ کے پاس لایا ہوں۔ میں نے اس خاتون سے پوچھا: آپ مسلمان ہونا چاہتی ہیں؟ کہا: جی ہاں؛ ہمارے مسلمان ہونے کی ایک داستان ہے:

ہم دونوں میاں بیوی یہودی ہیں اور یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں، تہران میں ہمارا گھر، ایک محترم مسلمان کے پڑوس میں ہے، سال میں ایک وقت میں نے ایسا دیکھا کہ بہت سے لوگ ان کے گھر آتے جاتے ہیں۔

میں نے پوچھا: پڑوسی کے گھر میں کیا خبر ہے؟ تو معلوم ہوا کہ یہ مشہد مقدس سے زیارت کرکے واپس آئے ہیں اور لوگ ان سے ملنے آرہے ہیں۔

میں نے سوچا: مشہد مقدس شہر سے واپس آنے پر ملاقات کیا معنی رکھتا ہے؟

تو معلوم ہوا مشہد مقدس میں شیعوں کے آٹھویں امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کا روضہ ہے لوگ زیارت اور طلب حوائج کے لئے اپنے امام علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں، یہ قضیہ میرے ذہن میں رہا کہ ہمارا بیٹا کینسر میں مبتلا ہوگیا، اسکا علاج کے لئے ہر جگہ گئے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، ایک دن جب اس کی طبیعت بہت خراب تھی تو اس کو ہسپتال لے گئے، چیک اپ کے بعد ڈاکٹروں نے کہا: آپ ایک مردے کو ہمارے پاس لے آئے ہیں، اب ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے، ہماری خواہش اور اصرار پر، انہوں نے ہسپتال میں داخل کرلیا، مگر ہم ناامید ضرور تھے۔ جب گھر واپس پہنچے تو مجھے [پڑوس کے گھر لوگوں کی آمدورفت کا] وہ واقعہ یاد آیا، وہیں سے ہم شیعوں کے امام علیہ السلام

سے متوسل ہوئے، میں نے اپنے شوہر کے ساتھ نذر کی، کہ اگر امام علیہ السلام ہمارے بچے کو شفا دیں تو ہم دونوں مسلمان اور شیعہ ہو جائیں گے۔

صبح تک ہم دعا اور التجاء کی حالت میں گزارے، اگلے روز جب ہم ہسپتال گئے تو نہایت تعجب کے ساتھ ہم نے دیکھا کہ ہمارا بیٹا گذشتہ روز سے زیادہ شاداب ہے، چیک اپ کے لئے آئے ہوئے ڈاکٹر بھی حیرت زدہ ہو گئے، اس کی حالت بہت بہتر تھی، طبّی ماہرین کا نظریہ تھا؛ کہ اسے غیب سے شفا حاصل ہوئی ہے۔

لہٰذا اب ہم مشہد میں اپنی نذر پورا کرنے کے لئے آئے ہیں؛ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے جائنگے۔

راوی: حجت الاسلام شوشتری

(شاہین شہر کے امام جمعہ)

میرے والد ایک عالم دین تھے اور مشہد میں رہتے تھے، وہ جب مرحوم شیخ مجتبی قزوینی کے درس میں جاتے تھے تو اس وقت میری عمر تقریبا دس سال تھی، میں کبھی کبھار اپنے والد کے ساتھ زیارت کے لئے حضرت امام رضا علیہ السلام کے حرم میں جاتا تھا، انہی دنوں میں ایک دن جب ہم زیارت کے لئے گئے تھے تو میں نے ضریح کے نزدیک جا کر جالی کو پکڑ لیا، زیادہ رش نہیں تھا، ہر کوئی آرام سے ضریح پکڑ کر امام سے راز و نیاز کر سکتا تھا، میں نے ضریح کی جالی سے اندر دیکھا تو ضریح کے اندر ایک تخت کا مشاہدہ کیا، جس پر امام علیہ السلام ایک سفید لحاف اوڑھ کر آرام فرما رہے تھے، جیسے ہی میری نظر، امام علیہ السلام پر پڑی، امام علیہ السلام نے لحاف کو اپنے چہرے سے ہٹایا اور میری طرف ایک

تبسم کیا، میں حد سے زیادہ خوشحال ہوا۔

اس عمر میں میرا یہ گمان تھا کہ سب امام علیہ السلام کو ضریح کے اندر مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی لئے ہی ضریح کے نزدیک جاتے ہیں۔

میں نے اس دیدار کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک خصوصی عنایت تھی۔

امام علیہ السلام کے اس شیرین تبسم نے میرے جسم میں ایک روح پھونک دی، مجھے ولایت کی پیروی سے منور فرمایا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی راہ پر گامزن کر دیا۔

راوی: حجت الاسلام سید حیدر عبادی

ایک دن، ایک شخص مسجد گوہر شاد کے امام جماعت، شیخ حبیب اللہ گلپایگانی کی خدمت میں آیا اور ایک بڑی رقم ان کے پاس امانت کے طور پر سپرد کرنا چاہا ،مرحوم گلپایگانی نے اس شخص سے کہا: میں تمہاری امانت قبول نہیں کرسکتا، یہ سید یونس اردبیلی کے پاس لے جاؤ، اس شخص نے کہا: آقا! بہت دیر ہوچکی ہے، اس وقت میں ان کا گھر ڈھونڈ نہیں سکتا اور مجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ وہ قبول کرینگے یا نہیں؟

اس نے آقای گلپایگانی کو اخلاقی طور پر مجبور کیا اور رقم کو چھوڑ کر چلا گیا، اگلے روز وہ شخص اپنی رقم لینے کے لئے آگیا، آقای گلپایگانی جب دوسرے کمرے میں پیسوں کی تھیلی لانے کے لئے گئے تو دیکھا پیسے نہیں ہیں، جب وہ شخص متوجہ ہوا کہ رقم کی تھیلی موجود نہیں تو اس نے شور مچادیا کہ آپ میرا مال ہڑپ کرنا چاہتے ہیں اور پھر تھانے جاکر شکایت کرکے ایک پولیس والے

کو اپنے ساتھ لے آیا، اس طرح بات اور آگے بڑھ جاتی ہے، لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

جناب گلپایگانی ـــــ امام جماعت ـــــ آبرومند شخص ـــــ اور فراڈ کی تہمت لگی!

جناب گلپایگانی دل میں امام رضا علیہ السلام سے متوسل ہوئے، اس وقت ایک شخص رقم کے مالک کے پاس آکر بولا: رقم کی تھیلی میرے پاس ہے، گلپایگانی صاحب کو چھوڑ دو؛ کل رات میری نظر آپ پر تھی، جب آپ رقم حوالے کر کے چلے گئے، میں نے کھڑکی سے اندر جا کر، پیسوں کو اٹھا لیا تھا، صبح جب میں شہر سے باہر نکلنے کے لئے چلا تو میری سانس رکنے لگی، گویا کہ کوئی میرا گلا دبا رہا ہے؛ مجھے یقین آیا کہ ان پیسوں کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے، لہٰذا واپس آیا ہوں کہ امانت واپس کر دوں۔

راوی: حجت الاسلام علم الہدی

میں کافی مدت سے ایک علمی مشکل سے دوچار تھا، جو میرے لئے لا ینحل بنی ہوئی تھی، وہ یہ کہ اے رؤف و مہربان امام! یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ آپ کچھ مؤمنین کے حوائج کو فورا اجابت کرکے، مشکل رفع کرتے ہیں اور بعض حوائج کو دیر سے اجابت کرتے ہیں اور کچھ حوائج کو بالکل اجابت نہیں کرتے ؟میں جب بھی حرم میں مشرف ہوتا تو میں امام رضا علیہ السلام سے یہی سؤال عرض کیا کرتا تھا۔

ایک رات میں نے عالم خواب میں مشاہدہ کیا کہ امام رضا علیہ السلام کسی جگہ تشریف فرما ہیں، میرے مرحوم والد اور حاج شیخ علی اکبر نہاوندی، امام علیہ السلام کے دونوں طرف کھڑے ہیں، جیسے ہی میری نظر امام رضا علیہ السلام پر پڑی، مجھ سے فرمایا: کائنات کے امور مصالح نفس الامریہ کے تابع ہیں (یعنی ہر دعا کا مستجاب ہونا یا نہ ہونا، اس بات سے متعلق ہے کہ دعا کرنے والے

کے حق میں کیا بہتر ہے) جب ہم کسی چیز کی طلب میں دعا کرتے ہیں، تو واقعی طور پر ہم نہیں جانتے کہ وہ ہماری منفعت میں ہے یا نہیں ؟ یا وہ کام حق کی جانب سے مقدر ہوا ہے یا نہیں ؟اسی لئے ہمیں دعا کرنے کے موقعہ پر اپنی مصلحت کو امام علیہ السلام سے طلب کرنا چاہیے۔

راوی: حجت الاسلام سرحدی زادہ

قاضی محمد نعیم، کی دادی سے میری رشتہ داری تھی، ایک سفر میں میری ملاقات کے لئے آئے اور مجھ سے کہا: میں آنکھوں کے شدید درد میں مبتلا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے میری دونوں آنکھیں، تاریک ہو گئیں، کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا، طبّی ماہرین ، کسی نتیجے تک نہیں پہنچے اور نہیں جانتے تھے کہ کیا کریں، میں بھی اپنی حالت سے تنگ آچکا تھا کہ میرے ذہن میں بیماروں کا متوسل ہو کر شفا پانا آیا۔

حضرت عیسی مسیح بیماروں کو کیسے شفا دیتے تھے ؟ یا کچھ لوگ ادعا کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام سے شفا لیتے ہیں۔

انہی خیالات کے دوران نیند آگئی ، نیند میں دیکھتا ہوں کہ ہسپتال میں میرے بیڈ کے کنارے ایک سبز جانماز بچھی ہوئی ہے اور ایک بلند قامت سید ہاتھ کھول کر، نماز پڑھ رہے ہیں جب نماز ختم ہوئی تو مجھے سلام کیا اور میرا نام

لے کر آواز دی اور فرمایا: اٹھو! میں نے اس نورانی سید سے کہا: میں کچھ دیکھ نہیں سکتا، انہوں نے اپنی انگلیاں مجھے دکھاتے ہوئے فرمایا: یہ کتنی ہیں؟ میں نے کہا: پانچ انگلیاں، فرمایا: تو پھر دیکھ رہے ہو! میں نیند سے جاگا، تو مجھے ہر چیز نظر آرہی تھی، میں متوجہ ہوا کہ وہ نورانی سید امام رضا علیہ السلام تھے۔

ہسپتال سے اجازت لے کر زیارت کے لئے گیا، رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت امام رضا علیہ السلام کی عنایت سے اب تک کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

جناب محمد نعیم وصیت کرچکے تھے کہ ان کی وفات کے بعد تربت جام شہر کے شیعہ عالم، جناب توسلی انکی نماز جنازہ پڑھائیں، اسی طرح ہوا۔

اس کرامت اور شفایابی کے بعد ان کی ایک خاص حالت تھی اور خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کے ساتھ بہت زیادہ محبت کرتے تھے، خدا ان کی مغفرت فرمائے۔